Scanned with CamScanner

مکمل ناول

وہ تھکا ہارا آفس سے گھر لوٹا تو جسمانی تھکن کے باوجود چہرے پر مخصوص مسکراہٹ سجی تھی۔ ماں، باپ کا اکلوتا لاڈلا، ماں باپ سے دور آٹھ گھنٹے کی آفس ڈیوٹی بھگتا کر گھر لوٹتا تو موڈ ہشاش، بشاش ہی ہوتا۔ لیکن آج لاؤنج میں قدم رکھتے کے ساتھ ہی قدم ٹھٹھکے اور مسکراہٹ سمٹی تھی۔ کچھ بے یقینی سے والد محترم کے پہلو میں براجمان ہستی کو دیکھا۔ ابرار احمد بیٹے کی آنکھوں میں چھپی حیرت بھانپ چکے تھے۔ اس سے پیشتر حمدان کچھ کہتا وہ خود بول پڑے تھے۔

''بیٹے! یہ تمہاری نئی امی ہیں۔'' گمبھیر سنجیدگی چہرے پر طاری کر کے انہوں نے حمدان کو مخاطب کیا۔ ان کے پہلو میں بیٹھی ہستی نے تیکھی نگاہوں سے انہیں گھور کر حمدان کو دیکھا جس کی آنکھوں کی بے یقینی اب بھی ختم ہونے کا نام نہ لے رہی تھی۔

''نئی امی...... تو آخر میری پرانی امی کہاں گئیں؟'' اس نے بھی بھرپور سنجیدگی سے دریافت کیا۔

''سہ پہر کو بیوٹی پارلر گئی تھیں۔ شام ڈھلے یہ خاتون گھر لوٹی ہیں اس دعوے کے ساتھ کہ یہ ہی میری زوجہ محترمہ ہیں۔'' ابرار صاحب نے بیٹے کو آگاہ کیا تھا۔ نائلہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

''بہت ڈرامے ہو گئے آپ باپ بیٹے کے۔ بجائے اس کے کہ آپ میری نئی لک کو سراہتے۔ یہ بتاتے کہ میرا نیا ہیئر اسٹائل مجھ پر کتنا سوٹ کر رہا

راشدہ رفعت

جو وعدہ کیا تمہیں یاد تھا

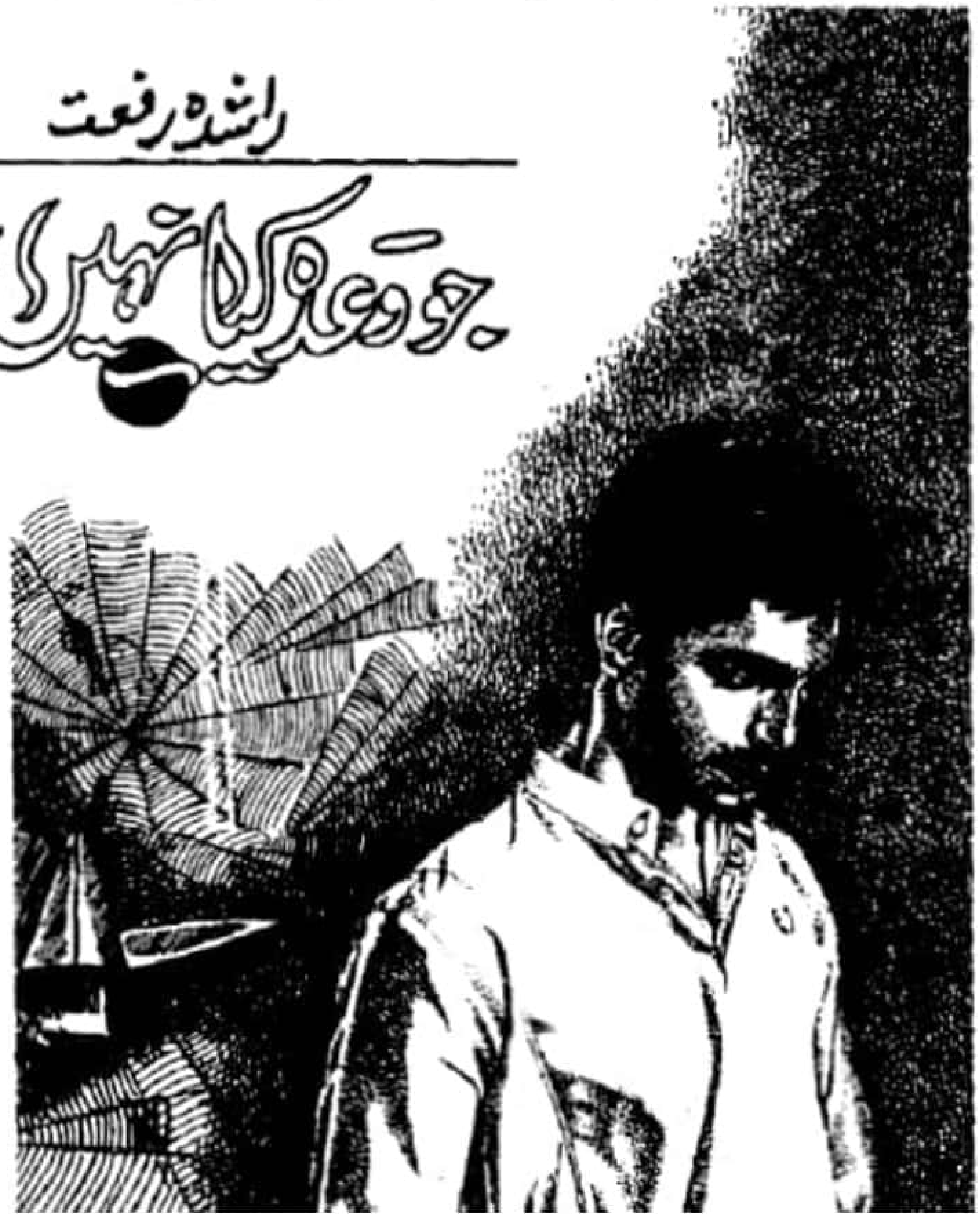

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ہے۔ فیشل کے بعد چہرے پر چمک آئی ہے۔ مینی کیور، پیڈی کیور سے ہاتھ، پاؤں کیسے لگ رہے ہیں۔ آپ لوگوں نے تو میرا مذاق ہی اڑانا شروع کر دیا۔ وہ شوہر اور بیٹے پر برس پڑی تھیں۔

''یہ فاؤل ہے امی! ابو! اڑا رہے ہوں گے آپ کا مذاق..... میں تو ڈیڑھ منٹ پہلے گھر پہنچا ہوں اور ایک فقرے کے علاوہ میرے منہ سے دوسرا فقرہ تک برآمد نہیں ہوا۔'' حمدان نے دہائی دی۔ نائلہ نے خفا سی نگاہ بیٹے پر ڈالی۔

''ویسے آپ لوگوں کی ویڈنگ اینورسری آنے میں تو ابھی پورے دو ماہ باقی ہیں۔ آپ نے ابھی سے بیوٹی پارلر والوں سے رابطہ کر لیا۔ ورنہ تو آپ سال میں صرف ایک بار فیشل وغیرہ کروانے پارلر کا رخ کرتی ہیں۔ اس بار تو آپ نے بال بھی کٹوا لیے۔ اگر یہ ابو جی کی خواہش اور فرمائش تھی تو اس روپ میں آپ ابو جی کی نئی نویلی بیگم تو لگ رہی ہیں لیکن مجھے تو اپنی پرانی والی امی ہی اچھی لگتی تھیں۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''بچو جی! یہ حلیہ ابو جی کی خاطر نہیں آپ کی خاطر بدلا گیا ہے۔'' ابرار صاحب ترنت بولے تھے۔

''میری خاطر؟'' حمدان نے حیرت سے بھنویں اچکائیں۔

''میں کل فرحت کے ساتھ اس کی جیٹھانی کے گھر جا رہی ہوں۔'' نائلہ نے دوٹوک انداز میں اطلاع دی تھی۔ فرحت آنٹی سے ان کی کچھ عرصہ پہلے ہی دوستی ہوئی تھی۔ حمدان نہیں جانتا تھا کہ یہ دوستی کب، کیوں اور کیسے ہوئی لیکن قلیل عرصے میں ہی یہ دوستی بہناپے کی سرحد پر قدم رکھ چکی تھی۔

فرحت آنٹی کے گھر ایک فیملی فنکشن میں نائلہ ان کی جیٹھانی کی بیٹی سے ملی تھیں اور اس لڑکی کو دیکھ کر انہیں لگا کہ انہیں حمدان کے لیے جس گوہر مقصود کی تلاش تھی وہ انہیں مل چکا ہے۔ اس دن سے وہ شوہر اور بیٹے کے سامنے اینیش کا تذکرہ بار بار کر رہی تھی۔

ابرار احمد اور حمدان نے شروع شروع میں ان کی باتوں کو زیادہ سیریس نہ لیا تھا، ہر دو مہینے بعد انہیں حمدان کے لیے کوئی لڑکی پسند آ جاتی تھی لیکن جب لڑکی کے گھر رشتہ لے کر جانے کے لیے سنجیدگی سے غور و خوض کرتیں تو خود ہی اس رشتے کے منفی پہلو تلاش کر کے اس پسندیدہ لڑکی کو غور و فکر کی فہرست تک سے خارج کر کے کوئی نئی لڑکی ڈھونڈنے لگ جاتیں۔ ابرار احمد کے چھیڑنے پر برا منائے بغیر کہتیں۔

''ہاں تو اکلوتا بیٹا ہے حمدان میرا، ٹھونک بجا کر رشتہ کروں گی نا اور میں کون سا کسی لڑکی کے گھر جا کر اسے ریجیکٹ کرتی ہوں۔ لڑکی والوں کو تو پتا بھی نہیں چلتا کہ ان کی بیٹی کے حوالے سے میں کیا سوچے بیٹھی ہوں۔ یوں ہی کسی تقریب، کسی فنکشن میں لڑکی اچھی لگتی ہے مگر رشتے کی چھان بین کروانے پر رشتہ میرے دل کو نہیں لگتا۔ میں باقاعدہ رشتہ لے کر اس لڑکی کے ہاں ہی جاؤں گی جس پر میرا دل اور دماغ دونوں راضی ہوں۔''

''دونوں نہ کہیں امی..... یوں کہیں تینوں راضی ہوں۔'' حمدان مسکرا کر ماں کی تصحیح کرتا۔

''تیسرا کون؟'' وہ اچنبھے سے پوچھتیں۔

''آپ کا لخت جگر اور کون؟'' وہ مسکراتا۔

''میرے لخت جگر کو ماں کی پسند پر پورا بھروسا ہونا چاہیے۔'' نائلہ محبت بھری مسکراتی نگاہ بیٹے پر ڈالتیں۔

''دل، دماغ اور لخت جگر کے علاوہ چوتھے کو بھی کسی گنتی شمار میں رکھ لیں۔'' اب ابرار صاحب کے بولنے کی باری ہوئی۔

''آپ امی کے سرتاج ہیں ابو، امی کی ہر بات آپ کے لیے حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔'' حمدان نے مسکرا کر باپ کو مخاطب کیا۔ وہ لفظوں کے ہیر پھیر پر دھیان دیے بغیر خوش ہو جاتے۔

اینیش پہلی لڑکی تھی نائلہ جس کے گھر رشتہ لے کر جانے کو تیار بیٹھی تھیں۔ ماں کے ارادے بھانپ

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

کر اب حمران کو بھی سنجیدہ ہونا پڑا۔

"آپ اتنی ہائی فائی فیملی میں میرا رشتہ لے کر جانا چاہ رہی ہیں امی۔ اچھی طرح سوچ سمجھ لیں اگر وہاں سے ہاں ہوگئی تو آپ کے پاس پیچھے ہٹنے کا بھی کوئی جواز نہ ہوگا۔"

"امید ہے، وہاں سے ہاں ہی ہوگی کیا کمی ہے میرے بیٹے میں۔ خوبرو لائق فائق کھاتا کماتا......"

"لیکن ان کے اور ہمارے اسٹیٹس میں بہت فرق ہے بیگم صاحبہ! اب خود ہی دیکھ لیں، آپ کو محض ان لوگوں کے ہاں جانے سے پہلے ہی اپنا حلیہ تبدیل کروانا پڑا ہے۔ رشتے والوں کی آمد سے پہلے لڑکی بیوٹی پارلر کا چکر لگائے تو بات سمجھ میں آتی ہے۔ لڑکے کی ماں کا گھنٹوں پارلر میں گزار کر آنا اچنبھے والی بات ہے۔"

ابرار صاحب نے دوبارہ وہ ہی موضوع چھیڑ دیا۔ نائلہ اس بار تپ ہی تو گئیں۔

"آپ تو لے دے کر میرے پارلر جانے کے پیچھے ہی پڑ گئے۔ جانتے بھی ہیں کیسا اونچا گھرانا ہے وہ..... میں نے تو صرف ایک بار فرحت کے ہاں ہی ان ماں بیٹیوں کو دیکھا ہے۔ مسز نعمان بھی اتنی ینگ اور خوب صورت ہیں کہ اپنی بچیوں کی بڑی بہن دکھائی دے رہی تھیں۔ پھر اتنی دولت کے باوجود ماں بیٹیوں میں نخرا نام کو نہیں۔ سب مہمانوں سے اتنی ملنساری سے مل رہی تھیں کہ ہر زبان پر ان کے حسن اخلاق کے چرچے تھے۔ ایشل خود بہت ہنس مکھ اور مہذب بچی ہے۔ ایسی بچی ہے جس گھر میں بھی جائے گی اجالا بکھیر دے گی۔ میں ایک بار رشتہ تو ضرور مانگنے جاؤں گی۔ میرا دل کہتا ہے کہ اقرار ہی ہوگا۔ اگر انکار ہوگیا تو ہماری قسمت۔"

"ٹھیک ہے بیگم صاحبہ۔ اپنی سی کوشش کر کے دیکھ لیجیے۔ اگر وہ اجالا بکھیرنے والی لڑکی حمران کا نصیب ہے تو ان شاء اللہ ہمارے گھر ہی آئے گی۔"

ابرار صاحب نے بیوی کا حوصلہ بڑھایا۔

"پھر یو پی ایس اور جنریٹر وغیرہ سے بھی نجات مل جائے گی۔ ویسے بائی داوے امی! وہ صرف اجالے ہی بکھیرے گی یا اس گھر کے لیے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے جیسی بھی ثابت ہوگی۔"

حمران ماں کو چھیڑے بنا نہ رہ پایا۔ نائلہ بیٹے کو محض گھور کر رہ گئیں۔

☆☆☆

حمران، ابرار اور نائلہ کی اکلوتی اولاد تھا۔ ابرار صاحب کا خاندان مختصر تو نائلہ کا مختصر ترین تھا۔ خاندان کی بچیاں حمران سے بہت چھوٹی تھیں سو اس کا رشتہ خاندان سے باہر ہی طے ہونا تھا اس بار نائلہ کی تگ و دو دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ ایشل نامی لڑکی کو بہو بنا کر ہی دم لیں گی۔

حمران جاذب نظر شخصیت والا ہنس مکھ سا لڑکا تھا۔ زمانہ طالب علمی میں بھی بہت سی لڑکیاں اس کی ڈشنگ پرسنیلٹی سے متاثر ہو کر اس کی جانب ملتفت ہوئی تھیں لیکن اس نے کلاس فیلوز سے دوستیوں کو دوستی کے دائرے میں ہی رکھا۔ اکلوتا ہونے کی وجہ سے وہ ماں، باپ کی آنکھوں کا تارا تھا تو وہ خود ماں باپ سے بے حد و بے حساب محبت کرتا تھا۔

شادی کا اختیار اس نے اپنی دلی رضامندی سے ماں کو ہی سونپ رکھا تھا وہ خود جیون ساتھی کے روپ میں کیسی لڑکی چاہتا ہے۔ واضح خاکہ خود اس کے دماغ میں بھی نہ تھا۔ یہ ہی سوچ رکھا تھا کہ ماں جس لڑکی کو منتخب کرے گی وہ اسی لڑکی کو بخوشی قبول کر لے گا لیکن نائلہ آج کل جس لڑکی سے اس کا رشتہ جوڑنے جا رہی تھیں جانے کیوں اس کا دل کچھ غیر مطمئن سا تھا حالانکہ اس نے ابھی تک موصوفہ کو دیکھا بھی نہ تھا۔ صرف ماں کی زبانی اس کے حسن کے قصیدے ہی سنے تھے اور وہ فیصلہ نہ کر پا رہا تھا کہ وہ اس ان دیکھی لڑکی کے بے تحاشا حسن سے خائف ہے یا اس کے ابا اور بھائیوں کا لمبا چوڑا کاروبار اسے

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

بے اطمینانی میں مبتلا کر رہا ہے۔ ابرار صاحب بھی اس حق میں تھے کہ رشتہ اپنے جیسوں میں جوڑا جائے لیکن بیوی کا جوش و خروش دیکھ کر وہ فی الحال چپ ہی تھے۔

نائلہ جب سے اسپیشل کے ہاں سے ہو کر آئی تھیں بہت مسرور اور مطمئن تھیں۔

''ابھی میں نے باقاعدہ رشتے کی بات تو نہیں کی ہے لیکن وہ لوگ کچھ نہ کچھ تو سمجھ گئے ہوں گے ظاہر ہے یوں بلاوجہ کون کسی کے گھر جاتا ہے۔ مسز نعمان بہت تپاک سے ملیں مجھ سے۔ بھرپور خاطر مدارت کی اور اسپیشل کا تو مت پوچھو، میرا جی ہی نہ چاہ رہا تھا کہ میں اس کے چہرے پر سے نگاہ ہٹاؤں۔''

''کیا وہ واقعی بہت خوب صورت ہے امی؟''

حمران پوچھے بنا نہ رہ پایا۔

''خوب صورت تو بہت چھوٹا لفظ ہے بیٹا۔ وہ حسین ہے بے تحاشا حسین۔'' نائلہ بولی تھیں۔

''خیر خوب صورت بھی کوئی چھوٹا لفظ نہیں امی۔ سات حرفی لفظ ہے۔'' اس نے مسکرا کر ماں کو مخاطب کیا۔

''اور حسین کی نسبت خوب صورت بڑا لفظ ہے۔ حسین میں صرف چار حرف ہیں۔ خوب صورت میں سات۔'' ابرار صاحب نے بھی سنجیدگی سے نکتہ اٹھایا۔

''آپ باپ بیٹا تو ہر وقت مذاق کے موڈ میں رہتے ہیں۔'' وہ خفا ہوئیں۔

''اچھا خفا مت ہوں، بات جاری رکھیں۔'' ابرار احمد مسکرائے۔

''میں سوچ رہی ہوں پرسوں سنڈے ہے ان لوگوں کی فیملی کو اپنے ہاں ڈنر پر انوائیٹ کرلوں۔ ایک بار وہ بھی ہمارا گھر بار دیکھ لیں پھر باقاعدہ رشتہ ڈالوں گی تاکہ وہاں سے اقرار یا انکار ہو سکے۔ اب میں بالکل وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ اگر اقرار ہو جاتا ہے تو میں فوری شادی کی تیاریاں شروع کر دوں گی۔ خدانخواستہ انکار ہوتا ہے تو پھر کوئی اور لڑکی ڈھونڈوں گی۔''

''نیکسٹ سنڈے کی مہلت مل سکتی ہے بیگم صاحبہ!'' ابرار صاحب نے پوچھا۔ نائلہ نے سوالیہ نگاہیں شوہر کے چہرے پر گاڑیں۔

''آپ بھول رہی ہیں اس اتوار کو توفیق آ رہا ہے۔ کتنے برسوں بعد میرا دوست مجھ سے ملنے آ رہا ہے۔ اس دن میں گھر پر کوئی اور مصروفیت نہیں چاہوں گا۔''

ابرار صاحب نے سنجیدگی سے باور کروایا۔ نائلہ ذرا جز بز تو ہوئیں مگر اقرار میں گردن ہلا دی۔

توفیق صاحب کا شمار ابرار احمد کے اچھے دوستوں میں ہوتا تھا۔ روزگار کی خاطر وہ ایک عرصے سے دیار غیر میں مقیم تھے، وہاں کی بھاگتی دوڑتی زندگی میں اتنی فرصت بھی نہ تھی کہ پاکستان میں اپنے دوستوں سے ٹیلی فونک رابطہ ہی رکھ سکتے۔ اب برسوں بعد وطن لوٹے تھے تو سب ہی دوستوں سے از خود رابطہ کیا۔ ایک سے ملاقات ہوتی تو دوسرے کا فون نمبر ہاتھ لگ جاتا یوں وہ فرداً فرداً سب ہی بچھڑے دوستوں سے ملاقاتیں کرتے پھر رہے تھے۔ ابرار احمد سے رابطہ ہونے پر انہوں نے خود ہی فرمائش کی تھی۔

''بھابھی سے مزے مزے کے پاکستانی کھانے بنوا کر رکھنا۔ میں لنچ سے پہلے آؤں گا اور ڈنر کر کے جاؤں گا۔'' توفیق صاحب نے بے تکلفی سے فرمائش کی تھی۔

''رات قیام کا ارادہ ہو تو اپنی بھابھی کے ہاتھ کا ناشتہ بھی مل سکتا ہے۔''

ابرار صاحب نے مسکرا کر دوست کو مخاطب کیا۔ پاس بیٹھی بیوی نے اس آفر پر انہیں گھور کر دیکھا تھا۔

''ناراض کیوں ہوتی ہیں بیگم صاحبہ کتنے عرصے بعد تو میرا کوئی دوست مجھ سے ملنے آ رہا ہے۔ مل

Scanned with CamScanner

"...پہنچیں گے تو اس بہانے حسن کی باتیں بھی دوہرا لیں گے۔" ابرار صاحب آزردگی سے بولے تھے۔

"آپ کو حسن بھائی کو یاد کرنے کے لیے کب کوئی بہانہ درکار ہے ابرار۔ اتنے برسوں میں بھی آپ انہیں نہیں بھلا پائے۔ کبھی کبھی تو مجھے آپ دونوں کی دوستی پر حیرت ہوتی ہے۔ لوگ تو مرنے کے بعد سگے رشتہ داروں کو بھی بھلا دیتے ہیں اور آپ کی یادوں میں اب بھی آپ کا مرحوم دوست زندہ ہے۔" نائلہ کہے بنا نہ رہ پائی تھیں۔

"وہ ظالم بھلائے جانے کے لائق ہی نہیں ہے نائلہ۔ تم تو سب جانتی ہو پھر ایسی بات کر رہی ہو۔" ان کے کہنے پر نائلہ خاموش ہو گئیں۔ واقعی وہ جانتی تو تھیں، دونوں دوست دوستی کے کس اٹوٹ بندھن میں بندھے تھے۔ نائلہ، ابرار کی خالہ کی بیٹی تھیں، شادی سے پہلے ہی وہ جانتی تھیں کہ ابرار احمد کی زندگی میں حسن عمر نامی بندے کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ ابرار کی طرح حسن بھی والدین کی اکلوتی اولاد تھے۔ اسکول کے زمانے میں جس دوستی کی بنیاد پڑی، وہ وقت کے ساتھ مزید مستحکم ہوتی گئی۔ ابرار احمد کے گھر حسن اور حسن کے ہاں ابرار کا آزادانہ آنا جانا تھا۔ وہ دوست کم اور بھائی زیادہ لگتے تھے۔ لڑکپن بِتا دونوں دوستوں نے جوانی کی سرحد پر قدم رکھا۔ ابرار کی نائلہ سے نسبت ٹھہرا دی گئی۔

ان ہی دنوں حسن کو گہرے صدمے سے گزرنا پڑا۔ والدین حج کے لیے گئے تو حادثے کا شکار ہو کر وہاں کی مقدس سرزمین کو ہی ابدی ٹھکانا بنا لیا۔ دور پار کے رشتہ داروں نے حسن کی یتیمی کا خیال کیے بنا اس کے والد کے کاروبار پر ہاتھ صاف کرنا چاہا۔ ان نام نہاد خیرخواہوں کے غلط مشوروں اور حسن کی ناتجربہ کاری کے باعث چلتا ہوا کاروبار ٹھپ ہو گیا۔

ابرار نے دوست کی ڈھارس بندھائی۔ کاروبار کے بجائے اس نے حسن کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی ڈگری کو بروئے کار لائے۔ فی الوقت نوکری کرنا ہی پریشانیوں سے نجات کا فوری حل تھا۔ نائلہ اور ابرار کی ان دنوں نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ بیوی کو ٹائم دینے کے بجائے ابرار کا زیادہ وقت دوست کے ساتھ گزرتا۔ پھر حسن کو اچھی جاب مل گئی۔

حسن کی تایا زاد بہن امریکہ سے چند دن کی چھٹیاں گزارنے پاکستان آئیں تو انہوں نے اپنے سسرالی رشتہ داروں میں حسن کا رشتہ طے کر دیا۔ نائلہ نے سکون کا سانس لیا کہ اب حسن بھائی اپنی زندگی میں مگن ہو جائیں گے۔ شادی کے بعد واقعی دونوں دوست اپنی اپنی زندگی کے جھمیلوں میں مصروف ہو گئے۔ نائلہ اور ابرار کے ہاں حمدان کی پیدائش ہوئی۔ حسن اور جمیلہ تحائف سے لدے پھندے حمدان کو دیکھنے آئے۔ جمیلہ سفید پوش گھرانے سے تعلق رکھتی تھی لیکن بہت مہذب، ملنسار اور وضع دار تھی۔ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے سنگ بہت خوش گوار زندگی گزار رہے تھے۔ ڈیڑھ، دو مہینے بعد دونوں دوست آؤٹنگ کے بہانے بیویوں کو ساتھ لے کر کسی

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے
بہنوں کے لیے خوب صورت ناولز

زرد موسم	راحت جبیں	1000/-
حساب دل رہنے دو	نبیلہ عزیز	400/-
محبت من محرم	نمیرا احمد	400/-
ایک تھی مثال	رخسانہ نگار عدنان	500/-
یہ گلیاں یہ چوبارے	فائزہ افتخار	400/-
دست مسیحا	نگہت سیما	400/-
گل کہسار	فرح بخاری	400/-

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

پکنک پوائنٹ پر اکٹھے ہو جاتے۔ بیویاں بیٹھی رہ جاتیں اور دونوں جگری یار ہنستے مسکراتے باتیں کرتے دور ٹہلنے نکل جاتے۔

''مجھے تو شادی کے بعد حسن بھائی سے تھوڑی سی جلن محسوس ہونے لگی تھی۔ بجیلہ! کہیں تم بھی ابرار سے چڑنے تو نہیں لگیں۔'' نائلہ مسکرا کر استفسار کرتیں۔

''ارے نہیں، بھابھی! کیسی باتیں کرتی ہیں آپ۔'' بجیلہ کھلکھلا کر ہنس پڑتیں۔ نائلہ جی ہی جی میں اس کی خوب صورت ہنسی کو سراہتیں۔ وہ بظاہر بہت حسین جمیل نہ تھیں لیکن کچھ تو تھا ان کی شخصیت میں جو مقابل کو مسحور کر دیتا۔

''خوش قسمت ہیں حسن بھائی جو ایسی پیاری بیوی ملی۔'' وہ دل میں سوچتی تھیں۔ حمدان تین برس کا تھا جب حسن اور بجیلہ کے ہاں تابین نے جنم لیا۔ دونوں میاں بیوی خدا کی رحمت پا کر خوشی سے پھولے نہ سمارہے تھے۔ نائلہ پھر امید سے تھیں۔ شفیق خالہ جنہوں نے کبھی ساس بن کر نہ دکھایا تھا طبعی عمر پوری کر کے دنیا سے رخصت ہوئیں۔

خالہ کے بچھڑنے کا نائلہ نے گہرا صدمہ لیا۔ ابرار اپنا غم بھلا کر بیوی کی دل جوئی میں لگے رہتے۔

پھر ایک اور سانحہ ہوا۔ واش روم میں سلپ ہونے سے نہ صرف نائلہ کا حمل ضائع ہو گیا بلکہ کچھ ایسی پیچیدگی ہوئی کہ ڈاکٹرز نے کہہ دیا وہ دوبارہ ماں نہ بن پائیں گی۔

''اتنا کیوں روتی ہو نائلہ۔ یہ ہی رب کی رضا تھی۔ پھر شکر کرو اللہ نے ہمیں اولاد سے نوازا تو ہے۔ اللہ! حمدان کو سلامت رکھے۔ ایسے پیارے بیٹے کے ہوتے ہوئے ہمیں کاہے کی ٹینشن......اور میں بھی تو اکلوتا تھا۔ میری طرح میرا بیٹا اکلوتا۔ اللہ سے دعا کریں گے وہ ہمیں ڈھیروں پوتے پوتیوں سے نوازے۔'' ابرار مسکراتے ہوئے بیوی کی دل جوئی کرتے۔

''ساڑھے تین سال کا ہے آپ کا بیٹا اور آپ ابھی سے پوتے پوتیوں کے خواب دیکھنے لگے۔'' نائلہ بھی آنسو پونچھ کر مسکرا دیتیں۔ حسن اور بجیلہ نے بھی اس کڑے وقت میں خوب ساتھ نبھایا۔

''بہت دن ہو گئے سمندر پر چلتے ہیں ابرار بھابھی ہر وقت ڈیپریس رہتی ہیں ان کا دھیان بٹے گا۔'' حسن نے ہی پروگرام بنایا تھا۔ ابرار نے ہامی بھر لی۔

''ہم بائیک پر تیرے گھر پہنچیں گے پھر تمہاری گاڑی میں آگے چلیں گے۔'' حسن نے آگاہ کیا۔ لیکن قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا ابرار کے گھر آتے ہوئے بائیک ایک تیز رفتار بس کی زد میں آ گئی گو معجزاتی طور پر بجیلہ اور چند ماہ کی تابین اس حادثے میں محفوظ رہی تھیں لیکن حسن ہسپتال پہنچ کر دم توڑ گیا تھا۔ ابرار جب حادثے کی اطلاع پا کر دیوانہ وار ہسپتال پہنچے تھے تو حسن کا دم لبوں پر تھا۔

''میری تابین کی خیر خبر رکھنا ابرار!'' حسن کے ہونٹ ہلے تھے۔ ابرار دھاڑیں مار کر رونے لگے لیکن یہ رونا، دھونا واویلا کسی کام نہ آیا۔ اپنے والدین کی طرح حسن بھی حادثاتی موت کا شکار ہوا تھا۔ بجیلہ کے گھر والے انہیں ساتھ لے گئے تھے۔

بجیلہ کی ذہنی حالت بہت خراب تھی۔ وہ شوہر کی موت کا صدمہ قبول نہ کر پا رہی تھیں۔ چند ماہ کی تابین کو نانی، نانا سنبھال رہے تھے۔ بجیلہ بھابھی کے میکے لوٹنے کے بعد بھی نائلہ اور ابرار نے ان سے ٹیلی فون پر رابطہ برقرار رکھا تھا۔ عدت گزرنے کے چند ماہ بعد بجیلہ نے بہت افسردگی سے نائلہ کو اپنے دوسرے نکاح کی اطلاع دی تھی۔

''ابا کی ضد کے آگے میں ہار گئی نائلہ بھابھی! میں تو مر کر بھی نہ سوچ سکتی تھی کہ حسن کی جگہ کسی اور کو دوں گی لیکن اسی زندگی میں یہ بھی کرنا پڑ رہا ہے۔'' ان کے لہجے میں برسوں کی تھکن تھی۔

نائلہ نے انہیں ڈھیروں ڈھیر تسلی دینے اور نئی زندگی کے لیے بہت سی دعائیں دینے کے بعد تابین کے متعلق پوچھا تھا۔

"تابین میرے ساتھ جائے گی۔ رجب بحرین میں کام کرتے ہیں۔ ان کی بھی دو بیٹیاں ہیں۔ پہلی بیوی دوران زچگی انتقال کر گئی۔ انہوں نے تابین کو قبول کیا ہے تب ہی میں نے دوسری شادی پر رضامندی دی ہے بس آپ میرے لیے اور میری تابین کے لیے دعا کیجیے گا۔ بلکہ اب آپ ہمیں دعاؤں میں ہی یاد رکھیے گا میں کچھ دنوں بعد ہی بحرین جا رہی ہوں۔"

بجیلہ نے آگاہ کیا تھا۔

"بجیلہ بھابھی سے کوئی رابطہ نمبر تو لینا تھا۔ ہم ان کی دوسری شادی کے بعد بھی تابین کی خیر خیریت لینے کے لیے ان سے بات کر سکتے تھے۔" ابرار نے بیوی کو کہا تو نائلہ رسان سے شوہر کو سمجھانے لگیں۔

"بجیلہ نے نئی زندگی کی شروعات کر دی ہے ابرار! اب اسے اس کا ماضی بھول جانے دیں۔ یہ ہی اس کے حق میں بھلا ہوگا اور اللہ جانے ان کا شوہر کس مزاج کا ہو، مرد بیویوں کے بارے میں بڑے پوزیسیو ہوتے ہیں۔ آپ بجیلہ بھابھی کے سابقہ شوہر کے دوست ہیں۔ چاہے ہم تابین کی خیریت پوچھنے کے لیے اسے فون کریں گے لیکن ہمارا رابطہ اس کی زندگی میں بے سکونی کا باعث بھی بن سکتا ہے۔" نائلہ نے انہیں معاملے کی نزاکت سے آگاہ کیا تھا۔

"تمہاری سب باتیں درست نائلہ! لیکن میں کیا کروں مجھے حسن کے آخری الفاظ نہیں بھولتے۔ اس نے کہا تھا میری تابین کی خیر خبر رکھنا۔ میں کبھی سوچتا ہوں نائلہ کہ زندگی کے آخری لمحوں میں حسن کے دماغ میں کیا سوچیں آ رہی ہوں گی، اس نے بجیلہ بھابھی کے متعلق کوئی بات نہیں کی۔ حالانکہ وہ کتنا چاہتا تھا انہیں۔ کیا اسے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ان دونوں کا ساتھ بس یہیں تک ہی تھا وہ صرف اپنی چند ماہ کی بچی کے بارے میں سوچ کر بے چین تھا۔ اس دنیا میں اس کے پاس کوئی قریبی، مخلص رشتہ دار نہ تھا وہ جس کو اپنی بچی کے متعلق کوئی نصیحت، وصیت کر جاتا۔ آخری لمحوں میں کس بے چارگی کا شکار تھا میرا یار!" ابرار احمد تڑپ کر بولے تھے۔ نائلہ کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔

"حسن نے ہماری خاطر آؤٹنگ کا پروگرام بنایا تھا۔ وہ ہماری دل جوئی کے لیے یہ سب کر رہا تھا۔ تم ڈیپریسڈ تھیں اور میں تمہاری وجہ سے پریشان۔ ہمارے گھر آتے ہوئے وہ حادثے کا شکار ہوا۔ میں عجیب سے احساس جرم کا شکار ہوں نائلہ۔"

وہ بیوی سے دلی کیفیت نہ چھپا پائے۔ دوست سے بچھڑنے کا صدمہ اپنی جگہ مگر اس حادثے سے جڑا اپنا تعلق انہیں کسی صورت چین نہ لینے دے رہا تھا۔ نائلہ نے شریک حیات کو بہت سمجھایا کہ ہونی کو کوئی نہیں ٹال سکتا تھا پھر قدرت کے کاموں میں کس کا دخل ہے۔ ابرار بظاہر خاموش ہو جاتے لیکن وہ زندگی کے آنے والے برسوں میں بھی دوست کو فراموش نہ کر پائے۔

نائلہ بھی فیصلہ نہ کر پائیں کہ وہ واقعی حسن بھائی کے ساتھ دوستی کے اس اٹوٹ بندھن میں بندھے جو انہیں مرنے کے بعد بھی بھلا نہ پائے یا حسن بھائی کی حادثاتی موت کے سبب نے ابرار احمد کو نامعلوم سے احساس جرم میں مبتلا رکھا، ورنہ بائیس برس کی مرے ہوئے کو بھی بھلانے کے لیے قلیل عرصہ نہیں ہوتا۔ جبکہ مرنے والے سے کوئی خونی تعلق بھی نہ ہو۔

بجیلہ کی شادی کے بعد ابرار احمد نے ان سے رابطے کی دوبارہ کوشش تو نہ کی لیکن دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ دو، چار ماہ بعد ان کے میکے والے نمبر پر فون کر کے ان کے والد سے تابین کی خیر خیریت پوچھ لیتے۔ پھر پی ٹی سی ایل کا وہ نمبر عدم ادائیگی کی وجہ سے منقطع ہو گیا تھا۔ ابرار احمد کے جی میں بہت بار آئی کہ وہ ایک بار بھاولپور جا کر بجیلہ بھابھی کے والد کا ہی نیا رابطہ نمبر لے لیں۔

"اتنے بیمار اور ضعیف تھے بجیلہ بھابھی کے والد۔ اللہ جانے زندہ بھی ہوں گے یا اللہ کو پیارے ہو گئے ہوں گے۔ آپ اپنا ذہن کیوں تھکاتے ہیں۔"

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

اللہ کا شکر ہے بجیلہ بھابھی اپنی نئی زندگی میں سیٹ ہیں۔ تابین کا خیال رکھنے کو اس کی سگی ماں دنیا میں موجود ہے۔ آپ بس حسن بھائی کے لیے جنت میں اونچے درجات کی دعا کیا کریں۔ بجیلہ بھابھی اور تابین کو بھول جایئے وہ اپنی زندگی میں مگن ہوں گی۔"

نائلہ کے سمجھانے پر ابرار نے بھی یہ حقیقت تسلیم کرلی۔ حسن ان کی یادوں میں لیکن ہمیشہ زندہ رہا تھا۔ حمدان بھی باپ کے مرحوم دوست سے بخوبی واقف تھا۔

"مجھے تو لگتا تھا! ابو کہ حسن انکل ہی آپ کے اکلوتے دوست تھے۔ حیرت ہے آج اس گھر میں آپ کا کوئی زندہ دوست آپ سے ملنے آ رہا ہے ورنہ تو پڑوسیوں اور آپ کے سابقہ آفس کولیگز کے علاوہ کوئی آپ سے ملنے نہیں آتا۔"

توفیق الاسلام کی آمد پر حمدان نے مسکرا کر باپ کو مخاطب کیا۔

"بھائیوں جیسا دوست تو صرف حسن ہی تھا بیٹا جی۔ باقی کالج واجّ کے سب ہی دوست میری طرح بیویوں کو پیارے ہو چکے ہیں۔ سر راہ ملاقات ہو جائے تو ہو جائے، گھر آنے کا تکلف کوئی نہیں کرتا۔" ابرار احمد مسکرائے تھے۔

"ویسے آپ فیصلہ کرلیں ابو! کہ حسن انکل آپ کے دوستوں جیسے بھائی تھے یا بھائیوں جیسے دوست۔ ہر بار آپ مختلف اسٹیٹمنٹ دیتے ہیں۔" حمدان بات سے بات نکالتا تھا۔

گزشتہ چند برسوں سے ابرار احمد دل کے مرض میں مبتلا تھے۔ ایک بار بائی پاس ہو چکا تھا۔ حمدان اور نائلہ نے زبردستی انہیں قبل از وقت ریٹائرمنٹ دلوا دی تھی۔ وہ اب عملی طور پر گھر تک ہی محدود تھے لیکن حمدان باپ کو بھرپور کمپنی دیتا تھا۔ باپ، بیٹے کی بے سروپا گفتگو پر نائلہ بظاہر جھنجھلاتیں لیکن دل ہی دل میں بیٹے کی بلائیں لیتیں۔ اس گھر کی ساری رونق حمدان کے دم قدم سے تھی اور اب نائلہ بیٹے کے سر پر سہرا سجا کر یہ رونقیں مزید بڑھانا چاہتی تھیں۔

ایبیش کے گھر والوں کو اتوار کو بلانے کا ملتوی کرتے ہوئے نائلہ شوہر کے دوست کی دعوت کی تیاری میں جت گئی تھیں۔ ابرار احمد پلٹ دوست سے بہت گرم جوشی سے ملے کھانے کے بعد دونوں دوستوں کی بھرپور محفل تھی۔ کالج کے دنوں کے قصے، دوستوں کی شرارتیں سنہری یادیں۔ بیتا وقت سب دوہرایا گیا۔ ابرار باتوں میں حسن کی بات نہ چھیڑتے یہ کیسے ممکن تھا پھر یونہی برسبیل تذکرہ توفیق صاحب کو یاد آیا۔

"ہاں یار! یاد آیا وہ جو حسن کی مسز تھیں شادی کے بعد بحرین جا بسی تھیں۔"

"ہاں بجیلہ بھابھی ......تم جانتے ہو ان کے متعلق۔" ابرار احمد نے دوست کی بات کاٹتے ہوئے بے تابی سے پوچھا۔

"میں ان سے تو زیادہ واقف نہیں تھا ابرار کیونکہ ظاہر ہے حسن تمہارا تو لنگوٹیا تھا جبکہ میری ان سے رسمی علیک سلیک تھی ادھر امریکہ میں چند دنوں کے لیے ایک فیملی ہمارے پڑوس میں آ بسی تھی، بے چاری منزہ آپا فارغ البال بوڑھی خاتون تھیں۔ بیٹا، بہو کام پر نکل جاتے تو وہ اکثر ہمارے ہاں آ جاتیں۔ میری بیگم صاحبہ ان سے کافی گپ شپ لگاتی تھیں۔ ایک دن وہ اپنا خاندانی البم اٹھا لائیں۔ مجھے بھی مروت میں دیکھنا پڑا۔ اس میں حسن کی تصویر دیکھی تو میں فوراً پہچان گیا پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ حسن کی تایازاد بہن ہیں۔"

توفیق بتا رہے تھے اور ابرار بہت صبر، سکون سے ان کی بات مکمل ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔

"ان ہی کی زبانی پتا چلا کہ حسن کی بیوی بھی اب اس دنیا میں نہیں۔ آٹھ، دس برس پہلے وہ بھی کینسر سے شکست کھا کر دنیا سے رخصت ہو گئیں۔" توفیق کے بتانے پر ابرار سناٹے میں آ گئے۔

"اور تابین، میرا مطلب ہے حسن کی بیٹی۔"

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

سنبھل کر پوچھا۔

"کچھ لمحوں بعد انہوں نے ... حسن کی کوئی بیٹی بھی تھی؟" توفیق الٹا پوچھنے لگے۔

"توفیق! تم مجھے ان منزہ آپا کا کانٹیکٹ نمبر دے سکتے ہو؟" ابرار نے پوچھا۔ "وہ فیملی تو کچھ عرصے بعد ہی کیلی فورنیا واپس چلی گئی تھی وہاں کی زندگی بہت تیز رفتار ہے یار۔ ہر کوئی اپنی زندگی میں گمن۔ ہم نے ان سے دوبارہ رابطے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی نہ انہوں نے......"

توفیق بتا رہے تھے، ابرار اب چاہ کر بھی ان کی باتوں میں مزید دلچسپی نہ لے سکے۔ دو، ڈھائی گھنٹے بعد توفیق رخصت ہوئے تھے۔ ابرار نے سر ہاتھوں میں گرالیا۔

"بجیلہ بھابھی بھی دنیا سے رخصت ہو گئیں اور ہمیں علم ہی نہ ہو سکا۔" وہ کرب کا شکار تھے۔

نائلہ خود بجیلہ کے انتقال کی خبر سن کر صدمے میں گھر گئی تھیں۔ پھر بھی انہوں نے شوہر کو دلاسا دینے کی ہر ممکن کوشش کی۔

"میں ایک بار تابین کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ وہ کہاں ہے، کیسی ہے۔ ماں کے بعد اس کی زندگی کسی مسئلے سے دوچار تو نہیں۔ میں اپنے دل کی تسلی چاہتا ہوں نائلہ لیکن تابین سے رابطے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی۔" وہ بے چین تھے۔

"آپ بلاوجہ پریشان ہو رہے ہیں ابرار! ہو سکتا ہے تابین کی شادی بھی ہو چکی ہو۔ وہ جہاں بھی ہو گی ان شاء اللہ خوش و خرم زندگی بسر کر رہی ہو گی۔" نائلہ نے ان کا دھیان بٹانا چاہا۔

"میں بھاول پور کا ایک چکر لگا آتا ہوں۔ بجیلہ بھابھی کا میکہ کس علاقے میں تھا، میں جانتا ہوں۔ حسن کی بارات کے ساتھ میں گیا تھا وہاں۔" ابرار نے جیسے نائلہ کی بات سنی ہی نہ تھی وہ اپنے خیالوں میں گمن بولے تھے۔

"چوبیس برس بعد بھی وہ خاندان وہاں آباد ہو گا سوچ ہے آپ کی، اس مدت میں تین مکان تو ہم نے خود بدل لیے ہیں۔" نائلہ شوہر کی بات سن کر کچھ جھنجلا ہی گئی تھیں۔

"کوشش کر کے دیکھنے میں کیا حرج ہے۔ کراچی کے مقابلے میں بھاول پور بہت چھوٹا شہر ہے۔ بجیلہ بھابھی کے والد تو حیات نہ ہوں گے وہ تو جب بھی بہت بیمار تھے لیکن ان کے بڑے بھائی کو تو ڈھونڈ ہی سکتا ہوں میں۔"

"آپ کہیں نہیں جا رہے۔ دل کے مریض ہیں آپ۔ اپنی طبیعت کا ہی کچھ خیال کر لیں۔"

نائلہ کو شوہر پر غصہ آنے لگا تھا۔ ایک، بھولے بسرے قصے کو لے کر وہ پھر سے اتنے بے چین ہو گئے تھے لیکن اس بار نائلہ کے سمجھانے کا مطلق اثر نہ ہو رہا تھا وہ اپنی بات پر ڈٹے ہوئے تھے۔ نائلہ شوہر سے خفا تھیں آخر حمدان کو ہی معاملہ سلجھانا پڑا۔

"حسن انکل کی بیٹی کی خبر، خیریت دریافت کرنا چاہتے ہیں نا آپ۔ یا بھاول پور کے سیر سپاٹے کا بھی ارادہ ہے ابو۔" اس نے سنجیدگی سے باپ سے دریافت کیا۔

"بس ایک بار تابین کی خیر خبر مل جائے۔ میں فقط یہ چاہتا ہوں۔" وہ بھی سنجیدگی سے بولے تھے۔

"تو ٹھیک ہے تابین کی خیر خبر آپ کو گھر بیٹھے بٹھائے مل جائے گی اس مقصد کے لیے آپ کو کراچی سے بھاول پور جانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔"

"کیوں تمہارے پاس کوئی جادو کا چراغ ہے۔" وہ عادت کے برخلاف چڑ کر بولے۔

"میں خود ہوں نا چراغ کا جن۔ میں کل ہی بھاول پور جاتا ہوں اور آپ کو ان محترمہ کا کانٹیکٹ نمبر لا کر دے دوں گا۔ وہ دنیا کے جس بھی کونے میں ہو گی آپ اس سے بات کر کے اپنے دل کی تسلی کر لیجیے گا۔ بس مجھے مختصراً حسن انکل کا سسرالی بائیو ڈیٹا بتا دیں۔"

حمدان نے باپ کو مخاطب کیا۔ نائلہ ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئیں۔ مگر جانتی تھیں باپ کی طرح بیٹا بھی دھن کا پکا ہے سو سمجھانا فضول تھا۔

Scanned with CamScanner

’’نیکسٹ سنڈے اینیش کے گھر والے ہمارے ہاں انوائیٹڈ ہیں اس سے پہلے آپ دونوں باپ بیٹا اپنی ساری مصروفیت نمٹا لیجیے۔‘‘ وہ اٹل لہجے میں کہہ کر چلی گئیں۔ ابرار نے اچٹتی نگاہ ان پر ڈالی تھی پھر بیٹے کو ضروری تفصیلات فراہم کرنے لگے تھے۔

☆☆☆

نوابوں کا بسایا ہوا یہ شہر آج بھی نوابی شان و شوکت رکھتا تھا۔ کراچی جیسے وسیع و عریض شہر کے مقابلے میں واقعی ایک ننھا منا سا شہر تھا لیکن حمدان کو یہ خوب صورت اور پرسکون سا شہر اچھا لگا تھا۔ حسن انکل کے سسر کی کسی زمانے میں شاہی بازار میں کھلونوں کی دکان تھی۔ ان کا گھر بھی وہیں کوچہ گل حسن میں تھا۔ حمدان نے ان معلومات کی روشنی میں تابین کا ننھیال ڈھونڈنا تھا۔

شاہی بازار کے دکان داروں سے اس نے ممکنہ مرحوم نورالدین صاحب کے بارے میں دریافت کرنا شروع کیا۔ ہر کوئی لاعلمی کا ہی اظہار کر رہا تھا۔ جب وہ تھک ہار کر مایوس ہو گیا تو ایک چھوٹی سی کھڑکیوں کی دکان پر بزرگ صورت دکان دار بیٹھے ملے۔

’’ہوسکتا ہے محترم بزرگ ہی چوبیس برس پہلے کے دکان داروں سے واقفیت رکھتے ہوں۔‘‘ وہ نئی آس لے کر دکان کی سیڑھیاں چڑھ کر اندر گیا تھا۔

’’ہاں بیٹا نورالدین بھائی کی اسی بازار میں دکان تھی لیکن وہ تو برسوں پہلے انتقال کر گئے تھے۔‘‘

’’شکر ہے خدایا۔‘‘ حمدان نے بے ساختہ شکر ادا کیا۔ شکرانے کا یہ اظہار سراغ ملنے کی خوشی میں تھا لیکن بزرگ دکان دار نے اسے گھورا تو حمدان کو غلطی کا احساس ہوا۔ کسی کے انتقال پر اتنی خوشی کا اظہار نامناسب حرکت تھی۔

’’دراصل انکل جی! میں کراچی سے آیا ہوں۔ مجھے نورالدین صاحب کی فیملی سے ملنا ہے۔ بہت ضروری کام ہے آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ان کے بارے میں جاننے کا اعتراف کیا ہے ورنہ میں پچھلے دو گھنٹوں سے یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہا ہوں لیکن کوئی بھی ان سے واقفیت کا دعوے دار نہیں۔‘‘ حمدان نے اپنی سی وضاحت دینے کی کوشش کی۔

’’نور بھائی کی فیملی میں آپ کو کس سے ملنا ہے بیٹا۔ ان کا ایک ہی بیٹا تھا۔ پچھلے برس اس کا بھی انتقال ہو گیا۔‘‘ بزرگ ہستی نے بتایا تھا۔

’’اور ان کی ایک بیٹی جو بحرین میں ہوتی تھی؟‘‘ حمدان نے پوچھا۔

’’وہ بے چاری بھی فوت ہو گئی۔ کینسر تھا اسے۔‘‘ دکاندار انکل نے بتایا تو حمدان کو معلومات کی درستی کا یقین ہو گیا۔ قدرت نے آخر اسے بالکل درست بندے سے ملوا دیا تھا۔

’’نورالدین بھائی کی بیوہ اپنی نواسی کے ساتھ ہی رہتی ہیں۔ ریاض کالونی میں گھر کرائے پر لیا ہوا ہے۔ بیٹے کی زندگی میں سب اکٹھے رہتے تھے لیکن تابش مرحوم کی اولاد نے باپ دادا کا نام ڈبویا ہے۔ بہت ناخلف اور آوارہ بچے ہیں۔ بیوی بھی تیکھے مزاج کی ہے اس لیے تابش کے انتقال کے بعد منیفہ بھابھی اپنی نواسی کو لے کر الگ ہو گئیں۔‘‘

’’تھینک گاڈ!‘‘ تابین کا سراغ ملنے پر حمدان دوبارہ اللہ کا شکر بجا لایا۔ باقی کی معلومات سے اسے چنداں دلچسپی نہ تھی۔

’’انکل! آپ مجھے ان کے گھر کا ایڈریس سمجھا سکتے ہیں میرا مطلب ہے نورالدین صاحب کی اہلیہ جہاں رہتی ہیں۔‘‘ اس نے بہت لجاجت بھرے انداز میں انہیں مخاطب کیا۔

’’لیکن میاں! تمہیں آخر ان سے ایسا کام کیا ہے؟‘‘ انکل کچھ متذبذب ہو گئے۔ حمدان کو ان کی احتیاط پسندی ذرا بری نہ لگی۔ اس نے مختصر الفاظ میں سچائی بیان کر دی۔

’’بس میرے والد صاحب اپنے مرحوم دوست کی بیٹی کی خیریت جاننا چاہتے ہیں۔‘‘ مختصر لفظوں میں حسن انکل اور ابرار احمد کے حالات زندگی بتا کر اس نے اپنے آنے کا مقصد بیان کر دیا تھا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

''دنیا ایسے ہی اچھے لوگوں کے وجود سے قائم ہے بیٹا۔ اللہ تمہارے والد کو جزا دے۔ تم بھی نیک اور فرماں بردار اولاد ہو۔ میں تمہیں صفیہ بھابھی کے گھر کا پتا سمجھا دیتا ہوں۔ ہمارے تو بہت تعلقات تھے، ان کے گھرانے سے۔ میری مرحومہ بیگم کی گہری سہیلی تھیں صفیہ بھابھی لیکن جب سے ریاض کالونی گئی ہیں میں خود صرف ایک بار ان سے ملنے گیا ہوں۔ وہ خود بھی شہر آئیں تو دکان پر آجاتی ہیں لیکن اب تو کئی مہینوں سے چکر نہیں لگایا۔ ظاہر ہے بہت ضعیف ہوگئی ہیں۔ بیمار بھی رہتی ہیں۔''

باتونی سے انکل بول رہے تھے اور چونکہ حمدان کو ان کی جانب سے فرماں برداری کا سرٹیفکیٹ مل چکا تھا سو مؤدب انداز میں سر ہلا ہلا کر ان کی بات سنتا رہا۔

''میری دکانداری کا ٹائم نہ ہوتا تو میں تمہیں خود چھوڑ آتا لیکن آؤ تمہیں رکشے میں بٹھا دیتا ہوں۔ رکشے والے کو ہی پتا سمجھا دوں گا۔'' وہ اس کے ساتھ ہو لیے۔ مزید گیٹ سے باہر آ کر رکشہ ملا تھا۔ انہوں نے رکشے والے کو جزئیات کے ساتھ پتا سمجھا دیا تھا۔ دس منٹ سے بھی پہلے رکشے والے نے مطلوبہ مکان کے سامنے اسے اتار دیا تھا۔

حمدان کے سر سے بھاری بوجھ اتر گیا تھا۔ وہ باپ سے وعدہ کر کے آیا تھا کہ ان کا کام کر کے آئے گا لیکن اپنی مہم کی کامیابی کا اسے خود یقین نہ تھا۔ حسن انکل کی بیٹی کا سراغ ملنے پر شکر مناتا، بہت ہشاش بشاش موڈ میں اس نے دروازہ بجایا تھا۔ چند لمحوں بعد قدموں کی چاپ سنائی دی تھی۔

''جی کون؟'' مدھری نسوانی آواز نے استفسار کیا تھا۔

''جی میں۔'' وہ اپنی جون میں واپس آچکا تھا۔

ذرا سا دروازہ کھول کر جھری میں سے محترمہ نے جھانکا۔

''جی فرمائیے کس سے ملنا ہے آپ کو۔'' سنجیدگی سے استفسار کیا گیا۔

''حمدان نے اندازہ لگایا کہ وہ تابین ہی ہو گی لیکن وہ ایک دم سے منہ پھاڑ کر اسے یہ نہ کہہ سکا کہ وہ اس سے ملنے کی خاطر ہی آیا ہے۔ دوسری جانب تابین اس کی خاموشی سے اکتا گئی تھی۔

''جی بھائی صاحب! بتائیے نام کیا ہے آپ کا...... کس سے ملنا ہے آپ کو؟ کہیں کسی غلط دروازے پر تو دستک نہیں دے بیٹھے آپ۔''

تابین اس کے ہاتھ میں موجود چھوٹا سا سفری بیگ دیکھ کر بھانپ چکی تھی کہ وہ کوئی مسافر ہے اور یقیناً ایڈریس غلط جان کر ان کا دروازہ بجا بیٹھا ہے۔

اس کے منہ سے بھائی صاحب کا لفظ سن کر حمدان نے برا سا منہ بنایا تھا۔

''دیکھیے محترمہ! میں باوثوق معلومات کی روشنی میں اس گھر تک پہنچا ہوں اور جہاں تک نام کا تعلق ہے تو نام بتانے پر بھی آپ مجھے نہیں جان پائیں گی ویسے بھی نام میں رکھا ہی کیا ہے۔ گلاب کو جس نام سے بھی پکارو وہ گلاب ہی رہے گا۔'' چڑے کی زبان بلاوجہ پھسلی تھی۔

''یہ شیکسپیئر نے گلاب کے بارے میں کہا تھا محترم آپ کے بارے میں نہیں۔ سیدھی طرح نام اور کام بتائیے اپنا۔'' اس بار وہ تیز لہجے میں بولی۔

''اگر آپ تابین ہیں تو مجھے اندر آنے دیجیے کام بھی بتادوں گا۔'' خفا ہوئے بغیر مسکرا کر نرم لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

''آپ میرا نام کیسے جانتے ہیں۔'' وہ سراسیمہ ہوئی۔

''مجھے میرے موکلوں نے بتایا ہے۔'' اسے پل پل روپ بدلتے لہجے والی لڑکی کو زچ کر کے جانے کیوں مزہ آنے لگا۔

''آپ وکیل ہیں۔'' وہ حیران تھی۔

''وکیل تو آپ ہیں جن کی جرح ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی۔ محترمہ میں کراچی سے آیا ہوں۔ حسن انکل میرے ابو کے بہت گہرے دوست تھے مجھے میرے والد صاحب نے خصوصی طور پر آپ کی خیریت جاننے کے لیے بھیجا ہے۔''

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

لایعنی گفتگو خاصی طول پکڑ چکی تھی۔ اس لیے حمدان نے اپنی غیر سنجیدگی پر دل ہی دل میں خود کو ڈپٹا اور اس بار سیدھی بات کی۔ دوسری طرف تابین گویا ساکت ہو گئی تھی۔ زندگی میں پہلی بار کوئی اس کے مرحوم باپ کا حوالہ دیتے ہوئے اس سے ملنے آیا تھا۔ اس نے میکانکی انداز میں دروازہ کھول دیا۔ حمدان شکر مناتا اس کے پیچھے اندر داخل ہوا تھا۔

"میری نانی جان بیمار ہیں...... چل نہیں سکتیں آیئے ان کے کمرے میں ہی آ جائیں۔" وہ اسے لے کر نانی کے کمرے میں آ گئی تھی۔ وہ ضعیفہ تکیوں کے سہارے بیڈ پر نیم دراز تھیں۔ تابین کے ہمراہ ایک اجنبی صورت دیکھ کر چونکی تھیں۔

"نانی جان یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ کراچی سے آئے ہیں۔ میرے بابا کے دوست کے بیٹے ہیں۔" تابین نے نانی کو بتایا تھا اس کے لہجے میں اب بھی بے یقینی تھی۔

"میں ثبوت کے طور پر حسن انکل اور اپنے والد کی تصویروں والا البم بھی ساتھ لایا ہوں۔" حمدان نے فوراً بیگ میں سے البم نکال کر تابین کو تھمایا تھا۔ اس نے کھوئے کھوئے سے انداز میں البم پکڑ لیا۔

"بیٹھو بیٹا کھڑے کیوں ہو۔" نانی نے شفقت بھرے انداز میں اسے مخاطب کیا تھا۔

"حسن انکل میرے ابو کے بہت گہرے دوست تھے۔ ابو کو چند روز قبل ہی بجیلہ آنٹی کی وفات کے بارے میں پتا چلا۔ وہ فقط حسن انکل کی بیٹی کی خیر خیریت جاننے کے خواہش مند ہیں۔ خود آنے کی طبیعت نے اجازت نہیں دی اس لیے انہوں نے مجھے بھیجا۔ شاہی بازار میں گھڑیوں کی دکان والے ایک انکل نے مجھے اس ایڈریس پر بھیج دیا۔" حمدان نے مختصر لفظوں میں سب کچھ کہہ سنایا۔

"نانی جان یہ تو واقعی میرے بابا کی تصویریں ہیں۔" تابین البم کے ورق الٹتے ہوئے حیران ہوتے ہوئے بولی۔ اس نے باپ کی فقط دولہا بنی تصویریں دیکھی تھیں۔ وہ البم بھی نانا، نانی نے صرف تابین کی خاطر سنبھال کر رکھا تھا۔ باپ کے ... مسکراتے کھلنڈرے سے روپ والی تصویر... تابین کے لیے کسی انمول خزانے سے کم نہ ... بہت اشتیاق سے تصویریں دیکھ رہی تھی۔ اس ... آنکھوں میں چھپی حیرت اور چہرے کے خوشی بھرے تاثرات حمدان کو بہت بھلے لگے تھے۔

"مجھے تمہارے والد کا نام یاد نہیں آ رہا مگر بجیلہ کے منہ سے ان کا ذکر سنا ہوا تھا۔ حسن کے جنازے پر بھی اس کے ایک دوست کا بہت برا حال تھا، وہ یقیناً تمہارے والد تھے۔ بعد میں تابین کے نا... کو بھی وہ ایک عرصے تک ٹیلی فون کر کے بجیلہ اور تابین کی خیریت لیتے رہے تھے۔"

نانی نے اگر اس پر پل بھر میں اعتبار کر لیا تھا تو اس کی یہ وجہ نہیں تھی کہ وہ شکل سے ہی بہت سچا اور کھرا لگ رہا تھا بلکہ نانی کی یادداشت اس بڑھاپے میں بھی غضب کی تھی۔ مرحوم داماد کے گہرے دوست کو وہ پہلے سے ہی جانتی تھیں۔

"ابرار احمد نام ہے میرے ابو جی کا۔" حمدان نے بتایا۔ انہوں نے سن کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تابین بیٹا مہمان کی خاطر کا بندوبست کرو۔ بچہ بہت دور سے آیا ہے۔"

نانی نے نواسی کو مخاطب کیا اور بچہ اگرچہ فضائی راستے سے آیا تھا لیکن اس نے یہ بتانے کی ضرورت محسوس نہ کی بلکہ چہرے پر جی بھر کر تھکاوٹ طاری کی۔

"تھک تو واقعی گیا ہوں۔ فریش ہونا چاہتا ہوں نانی جان۔" اس نے فوراً اپنائیت بھرے انداز میں انہیں نانی کہہ کر مخاطب کیا۔

"تم نہا دھو لو۔ تابین ــ کھانا بنا لیتی ہے۔" نانی واقعی خاصی شفیق تھیں۔ کھانے کے بعد نانی کی زبانی اسے تابین کے حالات زندگی سے آگاہی ہوئی تھی۔

"نو برس پہلے بجیلہ کا انتقال ہوا تھا۔ رجب علی بھلا مانس شخص تھا میں یہ تو نہیں کہوں گی کہ اس نے تابین کو کبھی باپ کی کمی محسوس نہ ہونے دی لیکن اس نے سوتیلا پن بھی نہ دکھایا لیکن بجیلہ کے انتقال کے

رہنے کی کوئی صورت نہ بنتی تھی۔
بعد تابین کے وہاں
وہ اپنی دونوں بیٹیوں کو جلد از جلد بیاہنا چاہتا
تھا۔ تابین سے آٹھ، سات سال بڑی تھیں دونوں
بچیاں۔ ان کے رشتے دوددھیال میں طے تھے۔ تابین
کو اس نے واپس پاکستان بھیج دیا۔ میرے منع کرنے
کے باوجود تابین کا خرچا وہ ہی بھیجتا تھا پھر مرنے سے
پہلے اس نے تابین کی شادی کے لیے رقم بھی اس کے
اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دی۔ میری بجیلہ خوش قسمت تھی
اسے زندگی میں دو مردوں کا ساتھ ملا حسن سے اس کی
رفاقت مختصر رہی لیکن وہ آخری سانس تک اسے یاد
کرتی تھی لیکن اس کی زندگی میں آنے والا دوسرا مرد
بھی بہت خوبیوں والا تھا۔ اس نے بجیلہ کا ہر ممکن
خیال رکھا۔ اس کی بیماری پر پیسہ پانی کی طرح بہایا
لیکن اللہ کو میری بچی کی زندگی ہی منظور نہ تھی۔ دو برس
قبل رجب کا بھی انتقال ہو گیا ہے۔ ویسے بھی وہ عمر
میں بجیلہ سے کافی بڑا تھا۔ اسے گردوں کا مرض ہو گیا
تھا۔ اپنی دونوں بچیوں کے فرض سے سبک دوش ہو کر
اس نے مطمئن ہو کر اس دنیا سے منہ موڑ لیا۔''

نانی کے بتانے پر حمدان نے دل میں سوچا تھا کہ وہ گھر جا کر ابرار احمد کو تسلی دے گا۔

بجیلہ آنٹی اور تابین نے حسن انکل کے بعد بھی ایک اچھی زندگی گزاری تھی۔

''اب رجب مرحوم کے جمع کروائے گئے پیسوں سے ہی ہماری گزر اوقات ہوتی ہے۔ شادی تو وقت آنے پر ہو ہی جائے گی اللہ کا کرم ہے کہ فی الحال کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلانا پڑ رہا۔ بینک میں پیسے ڈلوا رکھے ہیں۔ پھر ہم نانی، نواسی کے خرچے ہی کتنے ہیں۔ مکان کا کرایہ ان پیسوں سے دیتی ہوں باقی تابین ٹیوشن وغیرہ پڑھاتی ہے۔ اللہ کا شکر ہے گزر بسر اچھی ہو رہی ہے۔''

حمدان نے جب ذریعہ آمدنی کے بارے میں جاننا چاہا تھا تو نانی نے بہت تسلی بخش جواب دیا تھا۔

''بس اب تو اللہ سے یہ ہی دعا ہے کہ میری تابین میری زندگی میں ہی اپنے گھر کی ہو جائے۔ دو چار رشتے زیر غور ہیں ان شاء اللہ جلد ہی اس کے فرض سے بھی نمٹ جاؤں گی۔''

حمدان ہر لحاظ سے مطمئن ہو گیا تھا۔ یہ ہی تسلی بخش رپورٹ اس نے گھر جا کر باپ کو دینی تھی۔ اس نے تابین کی ابرار احمد سے فون پر بات کروائی تھی۔ ابرار احمد اس سے بات کر کے جذباتی ہو گئے تھے۔

''زندگی میں کبھی بھی کوئی بھی مسئلہ ہو تو خود کو اکیلا مت سمجھنا میری بچی۔ میرا تم سے کوئی خونی رشتہ نہیں لیکن تم مجھے اپنا سگا چچا ہی سمجھ سکتی ہو۔ تمہارا باپ بالکل میرے بھائیوں جیسا تھا۔''

ابرار تابین کو محبت بھرے انداز میں مخاطب کر رہے تھے۔ تابین جواب میں بس جی، جی ہی بولے جا رہی تھی۔ ابرار کے بعد نائلہ نے بھی اس سے محبت بھرے انداز میں کافی دیر بات کی تھی۔ حمدان کا مشن مکمل ہو گیا تھا۔ اس نے باپ سے کی گئی کمٹمنٹ کو بخوبی نبھا دیا تھا۔ اب یہاں مزید رکنے کا کوئی جواز نہ تھا۔

نانی سے الوداعی کلمات کہہ کر اور ڈھیروں دعائیں لینے کے بعد اس نے واپسی کی راہ لی تھی۔ تابین اسے چھوڑنے گیٹ تک آئی تھی۔ حمدان نے ابرار احمد والی بات خود بھی دُہرا دی۔

''کبھی بھی زندگی کے کسی مرحلے پر ہم لوگوں کی ضرورت پڑے تو بلا جھجک رابطہ کر لینا تابین! اتنے برسوں میں تم سے رابطہ پہلی بار ہوا ہے ورنہ تم میرے ابو جی کی دعاؤں میں ہمیشہ شامل رہی ہو۔'' حمدان کے کہنے پر تابین کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''ابرار انکل اور آنٹی کو میرا سلام دیجیے گا۔'' تابین نے کہا اور پھر جیسے کچھ مزید کہتے ہوئے رک گئی۔

''ہاں بولو کچھ اور کہنا ہے؟'' حمدان نے اسے دوستانہ انداز میں مخاطب کیا۔

''کیا آپ لوگوں کے پاس میرے بابا کی مزید تصویریں ہیں۔'' اس نے بہت معصومیت بھرے انداز میں پوچھا تھا۔

''یقیناً ہوں گی۔ میں تمہیں بھجوا دوں گا۔''

Scanned with CamScanner

حمدان نے نرم لہجے میں کہا۔
"میں نے وہ البم بھی اپنے پاس ہی رکھ لیا۔ ابرار انکل خفا تو نہ ہوں گے۔" وہ جھجکتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔
"کچھ کہہ نہیں سکتا۔" وہ سنجیدہ ہوا۔
"پھر پلیز ٹھہریں، ایک منٹ میں البم واپس لاتی ہوں۔" وہ تیزی سے پلٹی تھی۔ حمدان سادہ سی اس لڑکی کی معصومیت پر بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔
"رک جاؤ لڑکی! نہیں خفا ہوں گے۔ تمہارے ابرار انکل، اپنے بابا کی تصویریں تم اپنے پاس رکھ سکتی ہو۔"
اس نے تابین کو پکارا تھا۔ وہ ممنون ہو کر پلٹی تھی۔ صرف ایک لفظ شکریہ بولا لیکن یہ شکریہ یقیناً دل کی گہرائیوں سے ادا کیا گیا تھا۔ حمدان الوداعی مسکراتی نگاہ اس پر ڈال کر گیٹ پار کر گیا تھا۔

☆☆☆

اینیش کے گھر والے مقررہ وقت پر پہنچ گئے تھے۔ حیران کن بات یہ تھی کہ گھر والوں کے ہمراہ محترمہ اینیش بھی تھیں۔ نائلہ کا بس نہ چل رہا تھا کہ اس فیملی کے استقبال کے لیے اپنی پلکیں بچھا دیں۔ حمدان بھی معزز مہمانوں سے بہت تمیز سے ملا لیکن سچی بات یہ تھی کہ اینیش کو دیکھ کر اس کے دل میں کوئی ہلچل نہ مچی حالانکہ وہ واقعی بلا کی حسین لڑکی تھی۔ اس حسن کو دو آتشہ کرنے کے لیے بہت سلیقے سے نہ نظر آنے والا میک اپ کیا گیا تھا۔ پر اعتماد اتنی کہ سب کے سامنے بلا جھجک حمدان سے بات چیت کرتی ہی۔ مہمان کے جانے کے بعد نائلہ نے تفاخر آمیز راز میں حمدان اور ابرار صاحب سے ان کی رائے نا چاہی تھی۔
"بھئی سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے لڑکی کا نام ں پسند نہیں آیا۔ یوں لگتا ہے اے بی سی پڑھتے تے سی کی بجائے ش پڑھ دیا جائے۔ اے، نیش، صاحب نے توڑ توڑ کر اس کا نام ادا کیا۔
"مجھے اینیش کے پاپا کی مونچھوں کا اسٹائل ہیں آیا۔ عجیب مضحکہ خیز سی مونچھیں تھیں۔"
حمدان نے بھی رائے دی۔
"بالکل صحیح اور اس کی ماں کا قد بھی تو ضرورت سے زیادہ لمبا تھا۔ ماڈرن سی ماڈل گرل لگ رہی تھی۔ بندے کی جتنی عمر ہو اسے کم از کم اتنا نظر تو آنا چاہیے۔ وہ تو اپنی عمر سے بیس برس چھوٹی لگ رہی تھی اور شوخ رنگ کے کپڑے پہنے تھے اور کوئی پوچھے اللہ کی بندی اتنے شوخ رنگوں کے کپڑے پہن تو لیے ہیں پھر کیا ضروری ہے کہ اسی چنگھاڑتے ہوئے رنگ کی سرخی بھی ہونٹوں پر جمالی جائے۔"
ابرار صاب بول رہے تھے اور نائلہ انہیں خون خوار نگاہوں سے تکے جا رہی تھیں۔ باپ کا سلسلہ کلام توڑنے کے لیے حمدان کو باقاعدہ کھانسنا پڑا تھا۔
"مجھے تو لگتا ہے آپ نے اینیش کی ماں کے علاوہ کسی کو غور سے دیکھا ہی نہیں۔"
"نہیں دیکھا تو سب کو تھا لیکن شاید وہ محترمہ ہی زیادہ قابل غور ہستی لگی تھیں۔" ابرار صاحب کھسیائے بغیر مسکرا کر بولے۔
"بہرحال اب حمدان نے بھی اینیش کو دیکھ لیا ہے اور اچھا کیا کہ وہ لوگ اینیش کو ہمراہ لے آئے۔ اس نے ہمارا گھر بار اور حمدان دونوں کو دیکھ لیا۔ اب میں باقاعدہ رشتے کی بات چلاؤں گی آپ دونوں کو کوئی اعتراض تو نہیں؟" وہ پوچھ رہی تھیں۔
"سوچنے کے لیے کچھ تو مہلت دیں امی۔ اتنی جلدی بھی کیا ہے۔" حمدان بے چین سا ہو کر بولا۔
"واقعی سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو بیٹا جی! کیونکہ شادی کی صورت میں جو ڈھول گلے لٹکانا پڑتا ہے۔ وہ ساری عمر پیٹنا ہوتا ہے۔" ابرار احمد بیٹے کو مخاطب کیا۔
"ٹھیک ہے مجھے سوچ سمجھ کر حتمی جواب دے دو لیکن میں تمہیں بہت زیادہ وقت نہیں دے سکتی۔" نائلہ نے سنجیدگی سے بیٹے کو باور کروا دیا تھا۔
"شادی کا فیصلہ حمدان نے ماں کی صوابدید پر چھوڑا ہوا تھا لیکن وقت آنے پر ماں کے فیصلے پر سر جھکاتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ نائلہ روایتی ماؤں کی طرح صرف چاند سی دلہن لانے کی متمنی تھیں اور جو

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

چاند انہوں نے بیٹے کے لیے منتخب کیا تھا جانے کیوں ان کے من کو نہ بھا رہا تھا۔ آبیش نے ٹیلی فونک رابطے میں پہل کر کے حمدان کا جی مزید مکدر کر دیا تھا۔ اسے لڑکیوں کی خود اعتمادی بری نہ لگتی تھی لیکن کچھ معاملوں میں مشرقی پن ہی اچھا لگتا ہے۔

آبیش نے حمدان کو ہنستے مسکراتے باور کروا دیا تھا کہ وہ اسے اور اس کی فیملی کو پسند آ گیا ہے اور رشتے کی باقاعدہ بات ہونے کی صورت میں وہ لوگ خوش دلی سے اقرار کر لیں گے۔ حمدان بلا کا حاضر جواب تھا لیکن اس لڑکی سے بات کرتے ہوئے وہ ہوں، ہاں سے زیادہ بات نہ کر رہا تھا۔ آبیش نے بہت دیر تک اس کا دماغ چاٹنے کے بعد فون بند کیا تھا۔ اگلی صبح حمدان ماں کو جتائے بغیر نہ رہ پایا۔

"جن محترمہ کو آپ میرے لیے پسند کر رہی ہیں۔ وہ ابھی سے ہی مجھے پٹانے کے چکر میں ہیں۔ کل رات پون گھنٹہ بات کی ہے۔ اس نے مجھ سے۔"

"تو اس میں کیا قباحت ہے بیٹا۔ کسی زمانے میں شادی سے پہلے لڑکا، لڑکی کی بات چیت انتہائی معیوب تصور کی جاتی تھی لیکن آج کل یہ بالکل عام سا رواج بن گیا ہے۔ اگر اس طرح تم دونوں کی انڈر اسٹینڈنگ ڈیویلپ ہوتی ہے تو اچھی بات ہے۔ ایک حد میں رہ کر بات کرنے میں کوئی حرج نہیں۔" نائلہ نے روشن خیال ماں ہونے کا ثبوت دیا۔

"کیا آپ کو لگتا ہے امی کہ وہ لڑکی میرے ٹائپ کی ہے۔" حمدان حقیقتاً الجھا ہوا تھا اس نے فیصلے پر پہنچنے کے لیے ماں کی مدد چاہی۔

"دیکھو بیٹا کوئی بھی میاں بیوی ایک سے مزاج اور عادتوں کے مالک نہیں ہوتے۔ شادی کے بعد دونوں کو ہی ایک دوسرے کی خاطر تھوڑا تھوڑا بدلنا پڑتا ہے اور عورت ذات کی فطرت میں تو ویسے بھی بہت لچک ہوتی ہے اگر عورت شوہر کی محبت میں گرفتار ہو جائے تو خود بخود اپنے آپ کو اس کی پسند کے سانچے میں ڈھال لیتی ہے۔ آبیش اچھے مزاج کی لڑکی ہے تمہیں اس کے ساتھ......"

"اور اگر کسی لڑکی کو دیکھ کر آپ کو یوں لگے کہ وہ آپ کی پسند کے سانچے کے عین مطابق ہے بلکہ اسے دیکھ کر ہی آپ کو خود اپنی پسند کے بارے میں پتا چلے۔ پہلے آپ خود ہی اپنی پسند ناپسند کے معیار سے واقف نہ ہوں تو امی پھر کیا جائے۔" حمدان ماں کی بات کاٹتے ہوئے اپنی ہی دھن میں بولا تھا۔

نائلہ نے بیٹے کو غور سے دیکھا۔

"حمدان! کون ہے وہ کس کی بات کر رہے ہو۔" سنجیدگی بھرے انداز میں بیٹے سے پوچھا حمدان جیسے ایکدم چونکا ذہن کے پردے پر جس لڑکی کی تصویر جگمگا رہی تھی اس نے اس تصور سے دانستہ آنکھیں چرائیں۔

"نیوزی لینڈ کی وزیراعظم کی بات کر رہا ہوں امی۔" اگلے ہی پل وہ اپنی جون میں لوٹ آیا تھا۔

"وہ تمہیں لڑکی لگتی ہے۔" نائلہ نے اسے گھورا۔

"ابھی کچھ عرصے پہلے ہی موصوفہ کی منگنی ہوئی ہے امی۔ منگنی تو خیر ٹوٹ بھی سکتی ہے مگر مسئلہ یہ ہے کہ اول تو وہ مسلمان نہیں۔ دوم شادی سے پہلے ہی اماں جان کے رتبے پر فائز ہیں۔ سوئم یہ کہ نیوزی لینڈ کے لوگ۔"

"سوئم، چہارم، پنجم سب چھوڑو۔ مجھے صرف یہ بتاؤ کہ آبیش کے گھر رشتہ مانگنے کب جاؤں۔" نائلہ نے پھر وہی موضوع چھیڑا۔

"جب مرضی چلی جائیں بس یہ یاد رکھیے میں یہ رشتہ آپ کی فہم و فراست پر بھروسا کرتے ہوئے جوڑوں گا۔ اگر آپ کا دل و دماغ مطمئن ہے ابو بھی راضی ہیں تو مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں۔" حمدان نے بالآخر ہتھیار ڈال دیے تھے۔

"جیتے رہو میرے شہزادے۔" نائلہ نے اس کی پیشانی چوم لی۔ حمدان مسکرا دیا تھا۔

آبیش کے کہنے کے عین مطابق رشتہ مانگنے کی دیر تھی وہاں سے فوری اقرار ہو گیا۔ فریقین نے منگنی کے بجائے جلد شادی کرنے پر اتفاق کیا تھا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

حمدان خوش ہونے کی کوشش کرنے کے باوجود جانے کیوں خوش نہ ہو پا رہا تھا۔ اس دن بھی ایمیش نے اسے اپنی دوستوں سے ملوانے کے لیے ایک ریسٹورنٹ میں مدعو کیا تھا۔ حمدان نے جانے پر ہامی تو بھرلی تھی لیکن اب وہاں جانے کے تصور سے ہی اسے شدید کوفت ہو رہی تھی۔ جب ہی اس کے موبائل پر تابین کے نمبر سے کال آئی تھی۔ جب وہ بھاول پور گیا تھا تو تابین کا کانٹیکٹ نمبر تو لایا تھا ساتھ ہی اسے بھی اپنا فون نمبر دیا تھا۔ اور بات کہ کبھی دونوں جانب سے رابطے کی کوشش نہ کی گئی تھی۔ ابرار صاحب نے ایک بار حمدان سے اس کا نمبر ضرور ملوایا تھا۔ لیکن دوسری طرف کال وصول نہ کی گئی آج اتنے بہت سے دنوں بعد اس لڑکی کو حمدان کی کیسے یاد آ گئی تھی۔ بے حد حیران ہوتے ہوئے اس نے کال اٹینڈ کی تھی۔

''میں کراچی پہنچنے والی ہوں۔ ڈیڑھ دو گھنٹے تک ہماری بس ٹرمینل پر پہنچ جائے گی۔ کیا آپ یا ابرار انکل مجھے لینے آ سکتے ہیں۔'' تابین کی تھکی تھکی سی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

''تم خیریت سے ہو نا تابین؟'' اس نے پریشان ہو کر پوچھا تھا۔ جواب میں چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی تھی پھر دوبارہ اس نے فقط یہ کہا۔

''اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو مجھے ٹرمینل سے پک کر لیجیے گا۔ یہ شہر میرے لیے بالکل انجان ہے۔''

''ڈونٹ وری میں پہنچ جاؤں گا۔'' حمدان نے اسے یقین دلایا تھا۔

نائلہ گھر پر نہ تھیں۔ حمدان نے ابرار احمد کو تابین کی آمد کی اطلاع دی۔

''یوں اچانک کیسے آ رہی ہے تابین۔'' وہ کچھ حیران پریشان ہوئے۔

''کیا کہہ سکتا ہوں ابو جی! یہ تو اس سے ملنے کے بعد ہی پتا چلے گا۔'' حمدان خود کوئی اندازہ لگانے سے قاصر تھا لیکن اس کی چھٹی حس بتا رہی تھی کہ وہ لڑکی کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہے اور جب اس نے بس ٹرمینل سے تابین کو پک کیا تو اس کے چہرے پر نگاہ ڈال کر حمدان کو اندازہ ہو گیا کہ اس کا اندیشہ درست تھا۔

یہ تو وہ لڑکی ہی نہ لگ رہی تھی جس سے حمدان کچھ عرصے پہلے ملا تھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سی وحشت رقم تھی۔ حمدان اس سے دوبارہ سب ٹھیک تو ہے تابین بھی نہ پوچھ سکا۔ وہ لڑکی اس وقت برسوں کی بیمار لگ رہی تھی۔

حمدان کو تو وہ اپنے حواسوں میں بھی نہ لگ رہی تھی۔ عجیب میکانیکی سے انداز میں حمدان کے ساتھ چلتی اس کی گاڑی میں آن بیٹھی تھی۔ گاڑی میں بیٹھ کر اس نے جیسے تھک ہار کر سیٹ کی پشت سے سر ٹکا لیا۔ ابھی تک دونوں میں سلام کے تبادلے کے علاوہ کوئی بات نہ ہوئی تھی۔ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے حمدان اسے کن انکھیوں سے دیکھتا رہا۔ تابین کی یہ اجڑی بجڑی حالت اسے سخت تشویش میں مبتلا کر رہی تھی۔

''نانی جان کیسی ہیں تابین۔'' کچھ دیر تک خاموشی اختیار کرنے کے بعد وہ اسے مخاطب کیے بنا رہ نہ پایا۔

''ان کے انتقال کو آج آٹھواں دن ہے۔'' تابین نے بے تاثر اور سپاٹ سے انداز میں بتایا تھا۔ حمدان کو اس لڑکی کی ذہنی حالت پر اب واقعی شبہ ہونے لگا تھا۔ عزیز از جان نانی کے انتقال کی خبر یوں دے رہی تھی جیسے کسی اجنبی کے مرنے کا بتایا ہو۔

اس نے تابین کو مزید مخاطب کرنا مناسب نہ جانا۔ وہ خود بات کرنے کے موڈ میں بھی نہ لگ رہی تھی کچھ لمحوں بعد ہی وہ باقاعدہ اونگھنے لگی تھی۔ پینتالیس منٹ تک حمدان خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا۔ گھر پہنچنے پر اس نے اسے نرمی سے مخاطب کیا۔

''ہم گھر پہنچ چکے ہیں تابین۔''

اگلی بار یہ ہی بات قدرے بلند آواز میں دہرائی تھی۔ تابین نے آنکھیں کھول کر خالی خالی نگاہوں سے اسے دیکھا پھر اسی میکانیکی — انداز میں گاڑی سے اتر گئی تھی۔ ابرار بے چینی سے اس کے منتظر تھے نائلہ بھی شاپنگ نمٹا کر ابھی کچھ دیر پہلے گھر

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

لوٹی تھیں۔ تابین کی اچانک آمد نے انہیں بھی حیران کر دیا تھا۔

"میری نانی جان کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں صرف دو چار دن آپ لوگوں کے پاس ٹھہروں گی پھر اپنا کوئی اور بندوبست کرلوں گی۔"

ابرار احمد اور نائلہ کو سلام کرنے کے بعد اس نے رٹے رٹائے انداز میں اطلاع دی تھی۔ ابرار جو مرحوم دوست کی نشانی دیکھ کر جذباتی ہو گئے تھے اب حیران پریشان ہو کر اسے تکنے لگے۔

حمدان نے آنکھ کے اشارے سے ماں، باپ کو کچھ بولنے سے روکا۔

"ٹھیک ہے تابین، تم دو چار دن یہاں ریلیکس ہو کر گزارو لیکن ابھی تم بہت طویل سفر طے کر کے آئی ہو۔ یقیناً تھک گئی ہو گی۔ تھوڑا سا کھانا کھا کر آرام کرلو۔ باقی باتیں پھر کریں گے۔" حمدان نے اسے نرمی سے مخاطب کیا۔

"ہاں، مجھے بہت بھوک لگی ہے۔" اس نے گویا تسلیم کیا تھا۔ نائلہ نے فوراً اس کے لیے کھانے کی میز سجا دی۔ بہت بھوک لگنے کا اعلان کرنے والی نے محض پانچ، چھ نوالوں کے بعد ہاتھ کھینچ لیا۔ نائلہ اس سے مزید کھانے پر اصرار کرنے لگیں۔

حمدان نے ماں کو اشارے سے باہر بلایا تھا۔

"زبردستی مت کھلائیں امی! مجھے تابین ٹھیک نہیں لگ رہی۔ یہ بہت زیادہ ذہنی دباؤ کا شکار لگتی ہے۔ آپ اسے دودھ کے ساتھ نیند کی ایک گولی دے کر سلا دیں۔ اس کی آنکھیں دیکھی ہیں آپ نے، جانے کتنی راتوں سے جاگ رہی ہے۔"

اس کے لیے فی الوقت پرسکون نیند نہایت بہت ضروری ہے۔" حمدان نے ماں کو مخاطب کیا۔ نائلہ نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

جانے کتنے گھنٹوں کی نیند لینے کے بعد تابین کی آنکھ کھلی تھی۔ سر ابھی بھی بھاری بھاری ہو رہا تھا لیکن چند گھنٹوں کی نیند نے اسے گویا واپس ہوش و حواس کی دنیا میں لا پٹخا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اسے اب اپنے میزبانوں کے سوالوں کا جواب دینا پڑے گا۔ بھاول پور سے کراچی تنہا سفر کر کے اسے کیوں آنا پڑا تھا۔ بات بتانا بہت مشکل تھا لیکن بتائے بنا چارہ بھی نہ تھا۔

"نانی جان کے انتقال کے بعد میں بالکل بے سائبان ہو گئی تھی ابرار انکل! میرے ماموں کا بیٹا بہت غلط سرگرمیوں میں ملوث ہے۔ مجھ پر بھی بری نگاہ رکھتا تھا۔ اس کی حرکتوں کی وجہ سے ہی نانی اپنا گھر چھوڑ کر میرے ساتھ کرائے کے مکان میں منتقل ہو گئی تھیں۔ ان کے انتقال کے بعد مجھے واپس ماموں کے گھر آنا پڑا۔ میری مامی بہت جھگڑالو اور بدزبان قسم کی بہو تھیں لیکن بیٹے کی غلط حرکتوں سے وہ بھی عاجز تھیں۔ انہوں نے ہی مجھے کامران کے ارادوں سے آگاہ کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ پہلے مجھے برباد کر دے تاکہ میرے پاس اس سے شادی کے علاوہ کوئی آپشن نہ بچے۔"

تابین کی آواز یہ بتاتے ہوئے کپکپانے لگی تھی۔ جھکی نگاہوں اور آنسوؤں سے لبریز آنکھوں سے وہ اپنی آپ بیتی سنا رہی تھی۔

"مامی نے مجھے کہا کہ میں چپ چاپ وہاں سے چلی جاؤں۔ کسی سہیلی دوست کے پاس روپوش ہو جاؤں۔ وہ میری عزت کی حفاظت سے قاصر تھیں۔ بیٹا ان کے بس میں نہ تھا مجھے زندگی بھر عابدہ ممانی بہت بری لگتی رہی تھیں لیکن ان کی اس آخری نیکی نے مجھے ان کا ممنون، احسان مند کر دیا۔ انہوں نے امی اور نانی کے زیورات ایمان داری سے میرے حوالے کر دیے۔ مجھے کامران کی نگاہوں سے بچا کر گھر سے نکلنے میں مدد دی۔ میں پہلے ملتان گئی تھی۔ میری سب سے گہری سہیلی فیملی سمیت ملتان شفٹ ہو گئی تھی میرا خیال تھا وہ لوگ مجھے چند دن کے لیے پناہ دے دیں گے۔ لیکن اس کے والدین پرائے پھڈے میں پڑنے پر تیار نہ ہوئے۔ پھر مجھے آپ لوگوں کا خیال آیا۔ ویسے ہی کراچی بہت بڑا شہر ہے۔ کامران کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو گا کہ میں اتنی دور بھی جا سکتی ہوں۔ میں یہاں کسی ہاسٹل میں رہائش

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

اختیار کرلوں گی۔ جاب ڈھونڈنے کی کوشش کروں گی سنا ہے کراچی میں نوکری ملنا بھی مسئلہ نہیں۔"

وہ اب خودکلامی کے سے انداز میں زندگی کا اگلا لائحہ عمل تیار کررہی تھی۔

طیش اور اشتعال کے مارے حمدان کا برا حال ہورہا تھا اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ اس کے ان دیکھے کزن کو شوٹ کردے۔

"بیٹا مجھے دکھ ہوا کہ تم ان حالات سے گزریں تو تمہیں پہلے نمبر پر ہم سے رابطہ کرنے کا خیال نہ آیا۔ پناہ کی تلاش میں ملتان تک چلی گئیں۔ تم صرف ایک بار مجھ سے رابطہ کرتیں۔ میں تمہیں تمہارے ماموں کے گھر سے ڈنکے کی چوٹ پر اپنے ساتھ لاتا۔ تمہارے اس ماموں زاد سے بھی نمٹ لیتا۔" ابرار احمد نے بھی غم و غصے کا اظہار کیا۔

"میری عقل ماؤف ہوچکی تھی انکل! میں تو نانی جان کے بچھڑنے کا غم بھی محسوس نہیں کرپارہی۔ مجھے تو لگتا تھا کہ میں ان کے بغیر جی نہیں پاؤں گی لیکن میں بہت ڈھیٹ واقع ہوئی ہے۔ مما کا غم بھی باآسانی جھیل گئی اور اب نانی جان کے بچھڑنے کا صدمہ بھی اتنی آسانی سے سہار لیا۔" اس کی آواز بھرا آگئی تھی۔

نائلہ نے اسے بے ساختہ خود سے لپٹالیا۔

"اب تم اکیلی نہیں ہو بیٹا! ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ سب پریشانیاں ذہن سے جھٹک دو۔ اپنی نانی کے لیے دعائے مغفرت کرو ان کے لیے آنسو بھی ضرور بہاؤ لیکن بے سائبانی کے جس احساس نے تمہیں اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اس احساس سے اپنا پیچھا چھڑالو۔" نائلہ اسے اپنے ساتھ لگائے نرمی سے سمجھارہی تھیں۔

تابین کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے لیکن اس بار کسی نے ان آنسوؤں کو بہنے سے نہ روکا۔ سب جانتے تھے کہ اس وقت ان آنسوؤں کا بہنا ہی بہتر ہے۔

ہفتہ دس دن میں تابین کی حالت میں خاصی بہتری آئی تھی۔ ابرار انکل کی فیملی کا خلوص بھرا رویہ دیکھ کر اس کی آنکھیں بھیگ بھیگ جاتی تھیں۔ ان لوگوں کی اپنائیت اور خلوص اپنی جگہ لیکن وہ یہاں مستقل قیام نہ کرنا چاہتی تھی۔ اب وہ اپنے قدموں کو توانائی طاقت بناتے ہوئے اپنی زندگی آپ جینا چاہتی تھی۔

مسئلہ پیسے کا نہ تھا۔ رجب بابا نے اس کے اکاؤنٹ میں معقول رقم جمع کروائی ہوئی تھی اگرچہ تابش ماموں کے انتقال کے بعد نانی اور اس کی گزر بسر ان ہی پیسوں سے ہوتی تھی لیکن ابھی تابین کے پاس ایک معقول رقم کے علاوہ نانی اور امی کے زیورات بھی موجود تھے وہ زیور جو نانی نے اس کی شادی کی خاطر سنبھال رکھے ہوئے تھے جانے کیسے کامران نے وہ زیور چرالیے تھے لیکن عابدہ ممانی کی مہربانی سے وہ زیور اب تابین کی ملکیت تھے۔

جاب کرنا اس کی فوری ضرورت اور مجبوری نہ تھی لیکن وہ اب اپنے بل پر نئی زندگی کی شروعات چاہتی تھی۔ ڈپریشن کے جس فیز سے وہ گزر رہی تھی اس کا حل بھی ذہنی مصروفیت میں ہی چھپا تھا۔ ابرار انکل نے اس کی ذہنی کیفیت سمجھتے ہوئے اسے نوکری کی اجازت دے دی تھی۔ لیکن کسی ویمن ہاسٹل میں شفٹ ہونے کا سن کر وہ سخت خفا ہوئے تھے۔

"لیکن میں یہاں کب تک رہ سکتی ہوں انکل۔" وہ بے چارگی سے بولی۔

"جب تک کوئی اچھا سا لڑکا دیکھ کر میں تمہیں تمہارے اپنے گھر کا نہ کردوں۔ بیٹیاں باپ پر بوجھ نہیں ہوتیں لیکن انہیں بیٹیوں کو اپنے گھر سے رخصت کرنا پڑتا ہے۔ وہ وقت آنے پر میں خود تمہیں اس گھر سے رخصت کروں گا اس سے پہلے کہیں اور جا کر قیام کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتا۔" ابرار صاحب کا لہجہ دوٹوک تھا۔

"میں شادی سے انکاری نہیں ہوں انکل! لیکن آپ بھی میری طرح حقیقت پسند بن کر سوچیں تو یہ کام ہرگز آسان نہیں ہے۔ ایک یتیم و یسیر لڑکی جس کا نہ کوئی خاندان ہے نہ کوئی سگا رشتہ دار سرپرستی کو موجود ہے کوئی اچھی فیملی مجھ جیسی لڑکی کو اپنانے پر تیار نہیں

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

جاری زندگی کی آخری سانسوں تک ہوگی۔ نائلہ بے چاری کوششیں کرتی رہیں لیکن ناکامی ان کا مقدر بنی۔ میں کم از کم شادی کو اپنا مقصد حیات بنا کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتی۔ آپ لوگوں کی محبت اور خلوص پر بھی مجھے کوئی شبہ نہیں لیکن خود کو میری جگہ رکھ کر سوچیں ابرار انکل۔ احسان مندی کی زندگی گزارنا خوددار طبیعت کے لیے کسی تازیانے سے کم نہیں۔ میں جانتی ہوں آپ یہ بات سن کر ہرٹ ہوں گے آئی ایم سوری فار دیٹ لیکن مجھے سمجھنے کی کوشش تو کریں۔ نائلہ آنٹی آپ ہی سمجھائیں نا ابرار انکل۔"

اس نے بے چارگی بھرے انداز میں نائلہ کی مدد چاہی۔ نائلہ نے اس وقت تو اس کی بات کی تائید سے گریز کیا لیکن اکیلے میں ابرار کو سمجھایا تھا۔

"صحیح ہی تو کہہ رہی ہے تابین۔ ہمارے گھر یوں کب تک رہ سکتی ہے، کل کو حمدان کی بیوی گھر آجائے گی۔ ہوسکتا ہے اسے تابین کا وجود گوارا نہ ہو۔ بیویاں ویسے بھی بڑی پوزیسو ہوتی ہیں۔ تابین کم عمر ہے خوب صورت ہے ایبش کو تابین کی موجودگی پر اعتراض ہوسکتا ہے اور تابین جتنی حساس اور خوددار لڑکی ہے وہ حمدان کی بیوی کی ناگواری فوراً بھانپ لے گی پھر وہ خود یہ گھر چھوڑنے میں ذرا دیر نہیں لگائے گی لیکن اس صورت میں حمدان اور ایبش کے تعلقات میں بھی دراڑ آسکتی ہے۔"

نائلہ بہت دور کی سوچ رہی تھیں اور ابرار تاسف اور حیرت کے ملے جلے جذبات میں گھرے شریک حیات کو دیکھتے رہ گئے۔

"تو میں ان باتوں سے یہ نتیجہ اخذ کروں کہ تابین کے لیے آپ کی ہمدردی فقط ڈھکوسلہ تھی۔"

"مطلب کیا ہے آپ کا۔ مجھے تابین سے کوئی ہمدردی نہیں؟ اور میں اس کی دل جوئی کی جو کوششیں کرتی رہی ہوں وہ فقط ڈراما تھی۔" اپنی نیت پر شک کیے جانے پر نائلہ کو شدید صدمہ ہوا تھا۔

"اگر آپ تابین کو بیٹی کہنے کے ساتھ دل سے بیٹی سمجھتیں تو اتنی آسانی سے یہ باتیں نہ کرڈالتیں۔ فرض کیا تابین ہماری سگی بیٹی ہوتی کسی کرائسس سے گزر رہی ہوتی اور ہماری بہو کو اس کا وجود گوارا نہ ہوتا تو آپ ایسی بہو کو چوٹی سے پکڑ کر گھر سے نکالتیں یا اپنی بیٹی کو ہی گھر بدر کردیتیں۔" ابرار خفگی بھرے لہجے میں استفسار کررہے تھے۔

"بات آپ نہیں سمجھ رہے ہیں ابرار صاحب۔ حقیقت یہ ہی ہے کہ تابین ہماری سگی بیٹی نہیں ہے۔ حمدان کی بیوی جو کوئی بھی ہوتی۔ وہ تابین کی موجودگی پر معترض ہوسکتی تھی۔ میں صرف ایبش کے حوالے سے یہ بات نہیں کررہی ہوں۔ اور ہم تابین کو بے یارو مددگار تھوڑی چھوڑیں گے۔ وہ یہاں آتی جاتی رہے گی ہم اس کے پاس چکر لگائیں گے۔ میں اس کے لیے کوئی اچھا سا لڑکا ڈھونڈنے کی کوشش کروں گی۔ ہم اسے اسی گھر سے بیٹیوں کی طرح رخصت کریں گے۔" نائلہ نے رسانیت بھرے انداز میں شوہر کو قائل کرنا چاہا۔

"وہ اچھا سا لڑکا ہمارا اپنا بیٹا بھی ہوسکتا ہے۔ آپ اس بارے میں کیوں غور نہیں کرتیں۔" ابرار ذرا دھیرے سے بولے تھے۔

نائلہ ان کی بات سن کر ششدر رہ گئی تھیں۔ وہ نگاہوں میں بے یقینی سموئے شوہر کو تکنے لگیں۔

"آپ شاید بھول رہے ہیں ہم نے حمدان کی بات پکی کردی ہے اور چند ماہ بعد اس کی شادی ہے۔" کچھ لمحوں کے توقف کے بعد انہوں نے خفگی بھرے انداز میں شوہر کو یاد کروانے کی کوشش کی۔

"میں بھی قول سے پھرنے والوں میں سے نہیں ہوں لیکن بعض اوقات حالات انسان کو فیصلہ بدلنے پر مجبور کردیتے ہیں۔ تابین کے لیے کوئی اچھا سا لڑکا ڈھونڈنا اتنا آسان نہیں ہے نائلہ! لوگ بغیر فیملی کی بچی کو اپناتے ہوئے سو بار سوچیں گے جبکہ ہمارے ساتھ ایسا کوئی مسئلہ نہیں۔ ہم تابین کے ماں، باپ سے واقف ہیں۔ اس کا ماضی ہمارے سامنے ہے۔ ہم بنا کسی ہچکچاہٹ کے دل کی آمادگی اور بھرپور خوشی کے ساتھ اپنے گھر کی رونق بنائیں گے۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

آپ خود بتائیں جب سے وہ یہاں آئی ہے۔ ہمیں زندگی میں بیٹی کی کمی محسوس نہیں ہو رہی ہے نا، خدمت گزار، فرماں بردار، سلیقہ مند.....
اور اینیش کا کیا ہوگا ابرار! اس بچی کو کس جرم کی سزا ملے گی۔" نائلہ نے کاٹ کھانے والے انداز میں شوہر کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔
"اینیش کو رشتوں کی کوئی کمی نہیں۔ ہم اس کے گھر والوں کو ساری صورت حال بتا کر ان سے معذرت کر لیتے ہیں۔ میں ان کی اس دل آزاری پر خود ان سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لوں گا۔"
ابرار احمد بولے لیکن اب نائلہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔
"آپ کو اس پرائی بچی سے اتنی ہمدردی، اتنی محبت ہو گئی ہے کہ آپ میرے دل کی خوشیاں اجاڑ رہے ہیں۔ حمدان میرا اکلوتا بیٹا ہے۔ ابرار صاحب میں نے اپنے بیٹے کے حوالے سے جو خواب جو خواہش جو ارمان مدتوں سے اپنے دل میں دبا رکھے ہیں آپ انہیں تاراج مت کریں اور پھر میرے حمدان میں کیا کمی ہے جو میں تابین جیسی لڑکی اس کے پلے باندھ دوں۔ وہ حسن بھائی کی بیٹی ہے۔ فقط یہ شناخت کافی نہیں۔ وہ تو بمشکل چند ماہ کی تھی جب حسن بھائی دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس کی تربیت باپ کے ہاتھوں انجام نہیں پائی ہے۔ ماں خود ایک طویل عرصہ بیماری بھگت کر دنیا سے رخصت ہوئی۔ ہم ناواقف ہیں کہ تابین کن حالات میں، بحرین سے واپس لوٹی۔ کراچی ہمارے پاس پہنچنے تک اس نے ہمیں اپنی جو بھی داستان سنائی ہے۔ ہم فیصلہ نہیں کر سکتے اس میں سچ کے ساتھ جھوٹ کی کتنی آمیزش ہے۔ میں فقط اس لیے اس لڑکی کو اپنی بہو نہیں بنا سکتی کہ اس کی ولدیت میں حسن عمر کا نام درج ہے۔
آپ نے سوچ بھی کیسے لیا کہ مشکوک کردار والی وہ لڑکی میری بہو بننے کے قابل ہے۔" نائلہ بول بول کر ہانپ گئی تھیں۔
"اوہ میرے خدا! تمہارے دل میں اس بچی کے لیے اتنا زہر چھپا ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔"
اس بار ششدر رہنے کی باری ابرار احمد کی تھی۔ نائلہ شوہر پر تیکھی نگاہیں ڈال کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔
ابرار احمد کا تاسف کم ہونے کا نام ہی نہ لے رہا تھا انہوں نے دل کا بوجھ بیٹے کے سامنے ہلکا کیا۔ بیوی نے جو نشتر زبان سے چلائے تھے حمدان کو سب کہہ سنایا۔
"غصے کو اسی لیے حرام کہا گیا ہے ابو جی۔ امی نے جو باتیں کیں وہ یقیناً ان کے لاشعور میں دبی چھپی ہوں گی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ تابین سے ہمدردی نہیں رکھتی تھیں۔ آپ نے ان کی جذبات کا خیال کیے بنا جو یکطرفہ فیصلہ سنایا اس سے وہ اشتعال میں آ گئیں اور غصے میں تو انسان کے منہ سے کچھ بھی انٹ شنٹ نکل سکتا ہے۔"
حمدان نے ماں کی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔ کمرے کی طرف آتی نائلہ جو باپ، بیٹے کی گفتگو سن کر ٹھٹک کر رکی تھیں۔ اور ایک سائیڈ پر ہو کر چپکے سے باقی بات سننے لگی تھیں انہیں حمدان پر بے ساختہ پیار آیا۔
سچ ہی تو کہہ رہا تھا ان کا بیٹا وہ واقعی غصے میں کچھ زیادہ بول گئی تھیں۔ تابین سے انہیں روز اول سے ہمدردی تھی۔، وہ اس کی زندگی کی خوشیوں کے لیے دعا گو رہتی تھیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اپنے بیٹے کی زندگی کی خوشیاں ہی اس کی جھولی میں ڈال دیتیں۔
"تابین تو بعد میں آئی ہے حمدان! ورنہ سچ تو یہ ہے کہ وہ لڑکی اینیش کبھی میرے جی کو نہیں بھائی۔ پتا نہیں تمہاری ماں کو اس میں ایسے کون سے سرخاب کے پر نظر آئے ہیں جو اسے بہو بنانے کو اتاؤلی ہو گئی۔ ورنہ مجھے وہ بچی تمہارے مزاج کی لگتی ہی نہیں۔" ابرار اپنی دلی کیفیت بتا رہے تھے۔ باہر کھڑی نائلہ کو پھر تاؤ چڑھا انہیں لگا ابرار احمد بیٹے کو ورغلا نے کوشش

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

کر رہے ہیں۔
یہ تو ہمیشہ سے طے تھا ابو کہ مجھے شادی امی کی پسند سے کرنی ہے۔ اب آگے میری قسمت۔" حمدان نے جانے کیوں ٹھنڈی آہ بھری تھی۔

"سچ کہو تمہیں تابین پر ترس نہیں آتا۔ کیا وہ لڑکی جو زندگی کی اتنی کٹھنائیاں جھیل چکی ہے اس کا زندگی کی خوشیوں پر کوئی حق نہیں۔ ایمیش کا فیملی بیک گراؤنڈ بہت مضبوط ہے عام مڈل کلاس گھرانوں میں لڑکی کی منگنی ٹوٹنا جتنا معیوب تصور کیا جاتا ہے ان لوگوں کو اس بات سے زیادہ فرق نہیں پڑے گا۔ اسے کوئی اور اچھا رشتہ آسانی سے مل جائے گا۔ اگر تمہاری اور ایمیش کی ذہنی ہم آہنگی پروان چڑھ چکی ہوتی تو میں تمہیں کبھی مجبور نہ کرتا لیکن تم تو خود صرف ماں کی پسند پر یہ رشتہ نبھا رہے ہو۔ اگر ہمت کر کے ماں کے سامنے انکار کر دو بلکہ خود اپنے منہ سے تابین کے لیے پسندیدگی کا اقرار کر لو تو نائلہ مجبوری کے عالم میں ہی سہی پر تمہاری خوشی کی خاطر مان جائے گی۔"

ابرار بیٹے کو پٹیاں پڑھائے جا رہے تھے اور باہر کھڑی نائلہ کا فشار خون بڑھتا جا رہا تھا۔

"فرض کریں ابو جی میں امی کے سامنے تابین کے لیے پسندیدگی کا اظہار کرتا ہوں۔ شاید امی مان بھی جائیں لیکن وہ کبھی بھی دل سے تابین کو بہو کے روپ میں قبول نہیں کریں گی۔ میں اپنے دل کی خوشی کی خاطر اس لڑکی کی خودداری اور عزت نفس کو داؤ پر نہیں لگا سکتا۔ وہ ایسی لڑکی نہیں جو ترس کھا کر، مجبوری یا ہمدردی کی بنا پر زندگی کا حصہ بنائی جائے۔ وہ تو کسی اعزاز کی طرح زندگی میں شامل کیے جانے کی حق دار ہے۔ اسے اس گھر سے جو محبت اور اپنائیت ملی ہے وہ اس سے مت چھینیے، کوشش اور دعا کریں کہ کوئی بہت اچھا سا بندہ اس کا ہم سفر بنے۔ بدقسمتی سے میں وہ خوش قسمت کبھی نہیں ہو سکتا۔"

حمدان ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں باپ سے مخاطب تھا۔ اپنی تجویز رد کیے جانے پر ابرار احمد ملول تھے وہ بیٹے کے لہجے کی دل گرفتی محسوس نہ کر پائے۔

نائلہ ماں تھیں۔ بیٹے کی رمز شناس اس کے لہجے کا کرب انہیں بے چین کر گیا تھا۔

اسی لیے جو وہ تابین کے اس گھر میں مستقل قیام کی مخالف تھیں۔ حمدان کی اس سے ہمدردی اور انسیت اب محبت کا روپ دھارنے لگی تھی۔

"ایمیش کے گھر والوں سے مشورہ کر کے جلد ہی شادی کی تاریخ طے کرنی پڑے گی۔ ایمیش جیسی حسین بیوی کو پا کر وقتی ہمدردی کا یہ بخار خود بخود اتر جائے گا۔" نائلہ نے دل میں ارادہ باندھا پھر ان ہی قدموں واپس پلٹ گئیں۔

☆☆☆

حمدان ہرگز نہ چاہتا تھا کہ تابین، نائلہ کا بدلا بدلا روپ محسوس کر پائے۔ اس نے تابین کی جاب اور رہائش کا بندوبست کر دیا تھا۔

فرح آنٹی اس کے گہرے دوست حسان کی خالہ تھیں۔ متمول گھرانے سے تعلق تھا۔ شوہر کا وسیع کاروبار تھا لیکن اللہ نے اولاد کی نعمت سے محروم رکھا تھا۔ اس محرومی کو جی کا روگ بنانے کے بجائے دونوں میاں بیوی نے فلاحی کاموں میں جی لگا لیا تھا۔

فرح آنٹی نے بے سہارا عورتوں کے لیے چھوٹا سا شیلٹر ہوم بنایا ہوا تھا۔ پہلے ان کی بھانجیاں ان کا رائٹ ہینڈ بنی ہوئی تھی۔ شادیوں کے بعد وہ خالہ کے کام میں ان کا اتنا ہاتھ نہ بٹا پا رہی تھیں۔ انہیں ایک معاون کی ضرورت تھی جو حساب کتاب بھی دیکھ سکے۔ تابین نے اکنامکس میں بی ایس کیا تھا وہ اس جاب کے تقاضوں پر پورا اترتی تھی۔ تجربہ تو وقت کے ساتھ ہی آتا تھا اور فرح آنٹی نے کہا تھا کہ وہ اسے بھرپور گائیڈنس فراہم کریں گی۔

"اس شیلٹر ہوم میں تمہیں تمام سہولیات سے مزین ایک کمرہ فراہم کیا جا سکتا ہے لیکن تمہیں اس کا کرایہ ادا کرنا ہوگا۔" حمدان نے اسے مخاطب کیا تھا۔

"مجھے منظور ہے۔" تابین نے فوری رضامندی دے دی تھی۔

"فی الحال تنخواہ اتنی زیادہ نہیں ہے۔ کام سیکھ لو

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

کچھ تجربہ حاصل کرلو پھر تنخواہ بڑھانے کے متعلق بھی بات کی جاسکتی ہے۔'' حمدان کے کہنے پر تابین نے فوراً نفی میں گردن ہلائی تھی۔

''تنخواہ ٹھیک ٹھاک ہے بلکہ میرے لحاظ سے تو کافی زیادہ ہے، آپ ان سے ایسی کوئی بات نہیں کریں گے بلکہ میں تو آپ کی شکرگزار ہوں جو آپ نے میرے لیے اتنی اچھی جاب ڈھونڈی۔ پیسوں کا کیا ہے اصل چیز سکون قلب ہے جو مجھے یقیناً یہاں کام کرکے حاصل ہوجائے گا۔ آپ نے فرح آنٹی اور ان کے ادارے کے متعلق جو کچھ بتایا ہے میں ان سے بہت متاثر ہوئی ہوں۔ میں کوشش کروں گی کہ نیکی کے اس کام میں اپنی حیثیت کے مطابق میں بھی اپنا حصہ ڈال سکوں۔

حمدان نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ آج کتنے دنوں بعد اسے ان آنکھوں کی وہ جگمگاہٹ دیکھنے کو ملی تھی جس نے پہلی ملاقات میں ہی اسے اپنا اسیر کرلیا تھا۔

اگلے دن ہی وہ وہاں شفٹ ہوگئی تھی ابرار احمد اس کے جانے پر اداس تھے۔

''میں آتی جاتی رہوں گی انکل! بلکہ ہر اتوار آپ کے سر پر سوار ہوکر گزارا کروں گی۔'' اس نے انہیں مسکرا کر تسلی دی۔'' ابرار احمد بھی محبت سے اس کا سر تھپتھپا کر مسکرا دیے۔

نائلہ نے گو اس کے جانے پر سکون کا سانس لیا تھا لیکن یہ بھی سچ تھا کہ وہ اس کی کمی بھی محسوس کررہی تھیں۔ اس لڑکی نے غیر محسوس طریقے سے اس گھر کے مکینوں کو اپنا عادی بنالیا تھا۔ بنا جتائے۔ بنا شور مچائے وہ گھر کے کتنے ہی کام نمٹاتی رہتی تھی۔

''آپ تابین کے لیے اپنا دل صاف کرلیں امی! وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ ابو کے دل میں جو خیال آیا وہ ان کا ذاتی خیال تھا۔ تابین کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ وہ اس گھر کی مستقل مکین بننے کی نیت سے نہیں آئی تھی۔ اس نے اپنے ارادے سے پہلے دن ہی سب کو آگاہ کردیا تھا۔ اپنے آپ کو سنبھالنے کے لیے اسے فقط چند روز کی مہلت درکار تھی اور وہ کہے کے مطابق یہاں سے چلی گئی ہے۔''

حمدان نے تابین کی طرف سے ماں کا دل صاف کرنے کی کوشش کی۔ بات کا حرف حرف سچا تھا۔ نائلہ نے اثبات میں سر ہلا کر بیٹے کو مسکرا کر دیکھا گویا اس کی بات سے اتفاق کرلیا ہو۔ لیکن بیٹے کا یہ سنجیدہ سنجیدہ سا روپ ان سے برداشت نہ ہورہا تھا۔ ہر وقت ہنسنے مسکرانے والے بیٹے کو جانے کس کی نظر لگ گئی تھی کہ وہ مسکرانا ہی بھول گیا۔

نائلہ اب جلد از جلد اس کے سر پر سہرا سجانا چاہتی تھیں۔ اس کی روٹھی مسکراہٹ واپس لانے کا فقط یہ ہی طریقہ ان کی سمجھ میں آتا لیکن مسئلہ یہ تھا کہ انیش کے گھر والے جو پہلے جلد شادی کے خواہش مند تھے اب انہوں نے اس معاملے پر چپ سادھ لی تھی بلکہ نائلہ کو اب ان لوگوں کے انداز میں گرم جوشی بھی مفقود لگتی تھی۔ وہ دوبار انیش کے گھر گئی تھیں لیکن انیش کی ممی کسی ضروری کام کا کہہ کر دس پندرہ منٹ کی کمپنی دینے کے بعد معذرت کرتے اٹھ جاتیں۔ پہلے انیش کا آنٹی جی، آنٹی جی کہتے منہ نہ سوکھتا تھا لیکن اب وہ بھی فقط سلام کرکے جانے گھر کے کس کونے میں غائب ہوجاتی۔

''تمہارا انیش سے کوئی جھگڑا تو نہیں ہوگیا۔''

نائلہ کا پہلا شک اپنی اولاد کی طرف ہی گیا۔

''بات ہو تب ہی تو جھگڑے کی نوبت آتی ہے امی۔ وہ محترمہ تو جانے آج کل کہاں غائب ہیں۔ پہلے فون کرکر کے سر کھالیتی تھی اب اتنے دنوں سے کوئی رابطہ نہیں میں نے پرسوں حیران ہوکر خود رابطہ کرنا چاہا تب بھی اس نے کال اٹینڈ نہیں کی۔ ویسے سچی بات تو یہ ہے کہ میں آج کل خاصا ریلیکس ہوں پرسوں اسے فون کرتے ہوئے دل میں یہ ہی دعا کررہا تھا کہ وہ فون نہ ہی اٹھائے۔ قبولیت کی گھڑی تھی۔ دعا فوراً قبول ہوگئی۔''

حمدان اپنی ہی دھن میں بول رہا تھا لیکن نائلہ کی تشویش میں اضافہ ہوگیا۔

اگلے ہی دن وہ فرحت کے پاس گئی تھیں۔ ان کی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

گہری سہیلی ایبش کی چچی جس کی معرفت یہ رشتہ انجام پایا تھا۔ جانے سے پہلے وہ فرحت کو اپنی آمد کی اطلاع دینا بھول گئی تھیں ویسے بھی وہ ان کی اتنی اچھی سہیلی تھیں کہ اس کے گھر جانے کے لیے ان رسمی تکلفات کی ضرورت ہی نہ پڑی تھی۔

''بیگم صاحبہ لاؤنج میں ہیں۔ چھوٹی بی بی بھی آئی ہوئی ہیں۔'' ملازمہ نے انہیں اطلاع دی تھی۔

''ٹھیک ہے میں وہاں ہی چلی جاتی ہوں تم نمٹاتی رہو اپنا کام۔'' انہوں نے صغریٰ کو مخاطب کیا۔ وہ سر ہلاتی پلٹ گئی۔

فرحت کی شادی شدہ بیٹی نوین کا گھر قریب تھا وہ اکثر ماں کے پاس ہی پائی جاتی۔ اب بھی لاؤنج سے اسی کے ہنسنے بولنے کی آواز آرہی تھی۔ نائلہ لاؤنج کے قریب پہنچیں تو نوین کے کھلکھلاتے فقرے نے ان کے قدم جکڑ لیے تھے۔

''ایبش نے تو اب انکل جبران کے بیٹے اسامہ کو پھانس لیا ہے ممی! اب آپ کی بے چاری سہیلی کا کیا بنے گا۔ کتنے ارمانوں سے انہوں نے یہ رشتہ جوڑا تھا۔''

''ہماری بلا سے جو بھی بنے۔ جب میں نے یہ رشتہ کروایا تو تمہارا بھائی یاسر اس منحوس ایبش کے عشق میں گوڈے گٹوں سمیت گرفتار تھا۔ میں نے ذاتی دلچسپی لے کر حمدان اور ایبش کا رشتہ کروایا۔ ریبا بھابھی بھی بیٹی کے کرتوتوں سے آگاہ تھیں۔ جانتی تھیں میں تو مر کر بھی یاسر اور ایبش کا رشتہ نہیں ہونے دوں گی اسی لیے حمدان کے رشتے پر راضی ہو گئیں۔''

فرحت بول رہی تھیں۔ نائلہ صدمے اور تاسف سے اپنی خیر خواہ گہری سہیلی کی باتیں سن رہی تھیں۔

''ایبش نے بھی تو جازی سے دوستی میں ہر حد پار کرلی تھی ممی! ریبا تائی کے تعلقات کام آئے۔ گائناکولوجسٹ ان کی گہری سہیلی تھی ورنہ ڈھائی تین ماہ کا مسئلہ حل کروانا اتنا آسان کام نہیں تھا۔'' نوین کی بات نے تو گویا نائلہ کے وجود کے پرخچے اڑا دیے تھے۔

''ویسے میں خود اب سوچتی ہوں خوامخواہ بے چاری نائلہ کو پھنسایا۔ جب ایبش کا کارنامہ یاسر پر کھلا تھا تب تو اس نے خود ہی کانوں کو ہاتھ لگا لیے تھے۔ مرد خوب صورت بیوی کی چاہ تو رکھتا ہے لیکن بدکرداری پر سمجھوتہ نہیں کرسکتا۔ شکر ہے یہ بات تمہارے بھائی کی عقل میں سما گئی ہے۔''

''تو وہ جبران انکل کا اسامہ کیا اسے ایبش کے کارناموں کی خبر نہ ہوگی۔ سوشل سرکل تو ایک ہی ہے ممی! نوین پوچھ رہی تھی۔''

''اسامہ خود کون سا دودھ کا دھلا ہے۔ جبران بھائی خود اس کی نالائقیوں سے عاجز ہیں۔ میں نے تو سنا ہے اسامہ اور ایبش کی شادی پر راضی ہوگئے ہیں۔ اس شادی میں ان کا بزنس انٹرسٹ بھی ہے۔ شادی کے بعد اسامہ بیوی کو ساتھ لے کر کینیڈا شفٹ ہو جائے گا۔''

فرحت مصدقہ معلومات کی روشنی میں بیٹی کو تازہ ترین خبریں فراہم کررہی تھیں۔ نائلہ سے اب اپنے قدموں پر کھڑا ہونا مشکل ہوگیا تھا۔ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ اپنے وجود کو گھسیٹتی وہ جس طرح واپس پلٹی تھیں یہ ان کا رب ہی جانتا تھا۔

اب ذہن کے پردے پر گزشتہ واقعات فلم کی طرح چلنے لگے جن دنوں ایبش اور حمدان کا رشتہ طے ہونے کے فائنل مراحل چل رہے تھے تو ایبش کی طبیعت ان دنوں بہت خراب ہوگئی تھی۔ نائلہ ہر دوسرے دن اس کا حال پوچھنے جاتی تھیں۔ فوڈ پوائزنگ سے بے چاری بچی کیسی نڈھال اور کمزور ہوگئی تھی۔ بستر سے اس کی ممی ہی اسے سہارا دے کر اٹھاتیں۔ نائلہ اس کی جلد صحت یابی کے لیے اسے ڈھیروں دعاؤں سے نوازتیں۔

''آج کل کے بچے بات بھی تو نہیں مانتے نا نائلہ بھابھی! ہوٹلنگ سے باز نہیں آتے۔ ایڈونچر کے شوق میں دوستوں کے ساتھ جانے کس ڈھابے پر کیا الا بلا کھالیا۔ فوڈ پوائزنگ تو ہونی ہی تھی۔'' ایبش کی

ممی اس پر خفا ہوتیں۔ اینیش منہ بسور کر سر جھکا لیتی اور نائلہ کو تو اس کی اس حرکت پر بھی پیار آتا۔

اپنے شہزادے کے لیے انہوں نے ایک شہزادی کا انتخاب کیا تھا۔ شہر کے معزز ترین گھرانے کی خوب صورت ترین لڑکی۔

وہ اپنے انتخاب پر نازاں اور مسرور تھیں اور جب ان لوگوں نے حمدان کو سند قبولیت بخش دی تو نائلہ کے قدم خوشی کے مارے زمین پر ہی نہ ٹک رہے تھے۔ اب اتنے مہینے گزرنے کے بعد پتا چلا کہ انہوں نے لڑکی منتخب نہیں کی تھی بلکہ لڑکی والوں نے انہیں منتخب کیا تھا۔ بے وقوف بنانے کے لیے۔

ابرار کا روز اول سے اس رشتے پر جی نہیں ٹھہرتا تھا۔

''خوب صورت، دولت مند اور ماڈرن ہونا کوئی برائی نہیں لیکن جانے کیوں نائلہ بیگم! مجھے یہ بچی اینیش اپنے حمدان کے جوڑ کی نہیں لگتی۔'' نائلہ نے شوہر کی کسی بھی بات کو درخور اعتنا نہ جانا تھا اور ان کا حمدان، کس فرماں برداری سے اس نے زندگی کے فیصلے کا اختیار انہیں سونپ رکھا تھا۔ اس کا دل بھی یقیناً اس رشتے پر مطمئن نہیں تھا۔ جب وہ ماں سے پوچھتا تھا۔

''آپ کو لگتا ہے امی اینیش میرے مزاج کی ہے۔'' بیٹے کو فوراً ڈھیروں تسلیوں سے نواز دیا کرتیں۔

''شادی کے بعد لڑکیاں اپنے آپ کو شوہر کی پسند کے مطابق ڈھال لیتی ہیں۔'' انہوں نے حمدان کو یہ ہی سمجھایا حمدان نے آگے سے مزید بحث نہ کی تھی۔

اپنے حمدان کے لیے لڑکی کے انتخاب میں وہ کس فاش غلطی کی مرتکب ہو گئی تھیں۔ نائلہ کی بے یقینی ختم ہونے کا نام نہ لے رہی تھی۔ ابھی صرف بے یقینی تھی اور بے تحاشا صدمہ لیکن پھر انہیں اپنے کہے الفاظ کی بازگشت سنائی دینے لگی۔

ایک معصوم، باحیا اور پاک باز بچی کو کس آسانی سے انہوں نے مشکوک کردار کی لڑکی قرار دے دیا تھا وہ جس کے ماضی سے ناواقف تھیں۔ انہوں نے اس کے چہرے سے چھلکتی معصومیت اور آنکھوں سے جھانکتی سچائی کو ناکافی جانا تھا۔ جب تک وہ ابرار کے دوست کی بیٹی کی حیثیت سے گھر میں رہ رہی تھی نائلہ نے اسے ہمدردی کے قابل جانا لیکن جب ابرار احمد نے اسے بہو بنانے کی بات کی تو وہ ہتھے سے اکھڑ گئیں۔ چاہے غصے کے عالم میں سہی لیکن انہوں نے کتنا اناپ شناپ بولا تھا۔ اپنے کہے پر بعد میں وقتی پچھتاوا بھی ہوا لیکن انہوں نے رب کے حضور توبہ تک نہ کی۔

اب ندامت کے احساس سے ان کا وجود کپکپانے لگا تھا۔ رب مہربان تھا جو وقت گزرنے سے پہلے انہیں اینیش کی حقیقت پتا چل گئی اگر حمدان کی شادی اس لڑکی سے ہو جاتی تو ان کے بیٹے کی زندگی ہی برباد ہو جاتی۔ نائلہ سوچ سوچ کر رو رہی تھیں۔ گھر واپسی پر ابرار بیوی کی حالت دیکھ کر بری طرح پریشان ہو گئے۔

نائلہ انہیں کس منہ سے یہ سب بتاتیں۔ وہ بس آنسو بہائے گئی تھیں۔

''بیٹے کا رشتہ ہی ختم ہوا ہے نا۔ اس میں اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ اینیش دنیا کی آخری لڑکی تو نہیں تھی۔ حمدان کو اینیش سے اچھی لڑکی کا ساتھ ملے گا دیکھ لینا تم۔''

وہ بیوی کو تسلی دے رہے تھے۔ نائلہ رونا بھول کر حیرت سے شوہر کو تکنے لگیں۔ انہوں نے ابرار احمد سے ایک لفظ نہ کہا تھا پھر انہیں کیا الہام ہوا تھا کہ وہ حمدان اور اینیش کا رشتہ ختم کر رہی ہیں۔ ابرار نے ان کی حیرت بھانپ کر خود ہی بتایا۔

''تمہارے گھر سے نکلنے کے کچھ دیر بعد اینیش کے باپ کا فون آیا تھا۔ معذرت کے ساتھ رشتہ ختم کر دیا ہے۔ ان کے بزنس سرکل میں سے اینیش کا رشتہ آیا ہے۔ نعمان صاحب فرما رہے تھے کہ دیکھیے ابرار بھائی زندگی بچوں نے گزارنی ہے تو

ان کی پسند، ناپسند کو اہمیت دینی پڑے گی۔ ہمیں اندازہ ہو گیا ہے کہ حمدان اور اس کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق ہے اس لیے وہ اس شادی پر راضی نہیں ہو رہی۔ مجھے موصوف پر غصہ تو بڑا آیا لیکن پھر میں نے بھی صاف کہہ دیا کہ میرا حمدان خود اس شادی پر تیار نہیں، اس لیے ہماری طرف سے بھی انکار ہے۔ بس مجھے تمہاری فکر تھی کہ تم یہ خبر سن کر کیسا ری ایکٹ کرو گی لیکن شاید تمہیں یہ سب اپنی سہیلی سے پتا چل گیا ہوگا۔ میرے خدشے کے عین مطابق تم نے یہ خبر دل پر لے لی۔ خدا کے لیے بیوی حوصلہ پکڑو۔ وہ لڑکی حمدان کے نصیب میں ہی نہیں تھی۔ یہ حقیقت مان لو گی تو صبر آجائے گا۔" ابرار بیوی کو تسلی دے رہے تھے۔

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں ابرار! میں اس لیے نہیں رو رہی کہ مجھے یہ رشتہ ٹوٹنے کا غم ہے۔" نائلہ نے رندھی ہوئی آواز میں شوہر کی غلط فہمی دور کی۔ ابرار ناسمجھی سے انہیں دیکھنے لگے۔ نائلہ ندامت کے اشک بہاتی شوہر کو ساری بات بتانے لگی تھیں۔

☆☆☆

حمدان آفس کے کام سے چار روز کے لیے شہر سے باہر گیا ہوا تھا۔ گھر لوٹا تو اسمیش سے رشتہ ٹوٹنے کی اطلاع ملی۔ اسے یوں لگا جیسے سر سے کوئی بھاری بوجھ سرک گیا ہو۔ البتہ ماں کا مطمئن چہرہ اسے حیران کر گیا تھا۔

"آپ کو ان لوگوں کی جانب سے رشتہ ختم کیے جانے پر غصہ نہیں آیا امی!" وہ ماں کی گود میں سر رکھے لیٹا تھا۔ نائلہ محبت سے اس کے سر کے بالوں میں انگلیاں چلا رہی تھیں۔

"مجھے غصہ صرف اس بات کا ہے بیٹے کہ میں نے انکار میں پہل کا موقع انہیں کیوں دیا۔ یہ انکار ہماری جانب سے ہونا چاہیے تھا۔ وہ لڑکی میرے بیٹے کے قابل ہی نہ تھی۔ میں تمہیں تفصیل نہیں بتا سکتی لیکن وہ بہت ہلکے کردار کی لڑکی تھی۔ بس مجھے یہ سب بہت دیر میں پتا چلا۔"

"چلیں چھوڑیں مت بتائیں۔ یوں سمجھیں دیر آید درست آید۔" حمدان نے کریدنا مناسب نہ جانا۔

"لیکن ہر معاملے میں دیر کرنا درست نہیں بیٹا جی! اس بار میں نے اور تمہارے ابو نے مل کر تمہارے لیے جو لڑکی منتخب کی ہے اسے جلد از جلد رخصت کروا کر اس گھر میں لانا ہے کیا تم ایک بار پھر اپنی ماں کی پسند پر بھروسا کرو گے؟" نائلہ کے پوچھنے پر حمدان کے چہرے پر تاریک سایہ لہرایا لیکن پھر اس نے ماں کی پوری بات پر غور کیا۔

"آپ کہہ رہی ہیں آپ نے اور ابو نے مل کر، ہے نا امی یہ ہی کہا ناں آپ نے۔" وہ تصدیق چاہ رہا تھا۔

"فرماں برداری بہت اچھی صفت ہے میرے لعل لیکن ماں سے تو دل کا حال مت چھپایا کرو۔ چپکے چپکے تابین کو چاہتے رہے مجھے بتانے کی ضرورت بھی محسوس نہ کی۔" انہوں نے بیٹے کو گھرکا۔

"آپ نے اسمیش نامی بلا میرے سر پر مسلط کر رکھی تھی۔ مجھے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ رشتہ نباہنا تھا اور آپ کو بتانے سے کیا حاصل تھا۔ ابو جی کا حشر دیکھ نہیں لیا تھا میں نے۔ ان کے منہ سے تابین کا نام نکلا اور آپ نے ان پر چڑھائی شروع کر دی۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی شکوہ کر بیٹھا۔

"غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے بیٹا اور تمہاری ماں بھی ایک عام انسان ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس غلطی کی تلافی کا موقع مل رہا ہے بس یہ دعا کرو کہ تابین مان جائے۔ میں اسے جلد از جلد اپنے گھر کی رونق بنانا چاہتی ہوں۔"

"ان محترمہ کی زندگی کو ایک نیا مقصد مل گیا ہے۔ شادی فی الحال اس کی ترجیحات میں شامل نہیں میرا خیال ہے وہ مشکل ہی مانے گی۔ پہلے آپ اور ابو کوشش کر کے دیکھ لیں۔ ناکامی کی صورت میں مجھے میدان میں کودنا ہوگا۔" حمدان نے مسکرا کر ماں کو مخاطب کیا۔

☆☆☆

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

آنے والے دنوں میں نائلہ حمدان کے اندازے کی درستگی پر حیران رہ گئی تھیں۔ تابین نے بہت لجاجت بھرے انداز میں ان سے معافی مانگی تھی وہ فی الحال شادی کرنے کا کوئی ارادہ نہ رکھتی تھی۔

"فرح آنٹی کے ساتھ کام کر کے میرا زاویہ نگاہ ہی بدل گیا ہے۔ اپنے لیے تو سب ہی جیتے ہیں۔ جو مزا اوروں کے لیے جینے میں ہے اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے اپنی جاب کے علاوہ رضا کارانہ طور پر اس ادارے کے دوسرے کاموں میں بھی حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ وہ زندگی جو مجھے کسی بوجھ سے کم نہ لگتی تھی اب مجھے جینے میں مزا آنے لگا ہے۔ ابھی میں یہ زندگی مزید جینا چاہتی ہوں۔ فی الحال میری زندگی کی ترجیحات میں شادی کا آخری نمبر ہے۔"

نائلہ نے تابین کا جواب حمدان کو سنا کر اسے میدان میں کودنے کا اختیار دے دیا۔ وہ تابین کو کیسے مناتا۔ یہ انہوں نے حمدان پر ہی چھوڑا تھا۔ حمدان صبح شام تابین کو فون کر کے اس کا سر کھانے لگا تھا۔ "مجھے نہیں پتا تھا کہ تم اتنی خود غرض ہو۔"

"مطلب کیا ہے آپ کا" وہ شکوہ سن کر حیران ہوئی۔

"نیکی کے کام اکیلے اکیلے کرنا چاہتی ہو۔ آج کل تم فرح آنٹی کا رائٹ ہینڈ بنی ہوئی ہو۔ شادی کے بعد میں تمہارا رائٹ ہینڈ بن جاؤں گا۔ کام کا زیادہ برڈن ہوگا تو لیفٹ ہینڈ بھی بن جاؤں گا مجھ پر اعتبار تو کرو لڑکی! شادی کے بعد میں تم پر کام کے حوالے سے کوئی قدغن نہیں لگاؤں گا۔"

"آخر آپ مجھ سے ہی شادی کیوں کرنا چاہتے ہیں حمدان؟" تابین نے زچ ہو کر پوچھا۔

"کیونکہ میری منگنی ٹوٹ چکی ہے اور مجھے دوسرا رشتہ ملنا بہت مشکل ہے۔" وہ مسکین صورت بنا کر کہتا۔

"جھوٹ بول رہے ہیں آپ۔ آپ کو رشتوں کی کوئی کمی نہیں مجھ جیسی لڑکی پر ترس کھا کر شادی کا احسان مت کریں۔"

"کیا مطلب ہے تم جیسی لڑکی۔" حمدان نے خفا ہو کر اس کی بات کاٹی۔

"اس کی تشریح آپ نائلہ آنٹی سے کروائیں۔" تابین کے منہ سے پھسل گیا تھا۔ حمدان سمجھ گیا کہ جن دنوں ماں باپ کے مابین اس حوالے سے بحث مباحثہ ہوتا تھا وہ یقیناً تابین کے کانوں میں ہی پڑ گیا ہوگا جب ہی تو اس نے شدومد سے نوکری تلاش کرنا شروع کر دی تھی اور جب حمدان کے تعاون سے جاب اور رہائش کا بندوبست ہو گیا تو اس نے ابرار ہاؤس سے نکلنے میں ایک دن نہ لگایا تھا۔

ابرار انکل کی مرضی پر سر مت جھکائیں نہ ہی نائلہ آنٹی کو اس رشتے کے لیے زبردستی راضی کریں۔ وہ آپ کے لیے کوئی اچھی سی لڑکی ڈھونڈ لیں گی۔"

"تھینک گاڈ تم نے اپنے تھیلے سے بلی باہر نکالی یعنی وہ جاب وغیرہ جاری رکھنا اور فی الحال شادی نہ کرنا جیسی باتوں کے پیچھے اصل کہانی یہ تھی کہ تم سمجھ رہی ہو کہ ابو نے ہمیں اس رشتے پر زبردستی مجبور کیا ہے۔" حمدان گویا بات کی تہہ تک پہنچا۔

"شادی زور، زبردستی سے باندھنے والا بندھن نہیں ہے حمدان نہ ہی ترس کھا کر......"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ میں تم پر ترس کھا کر شادی کر رہا ہوں۔" اسے اب تاؤ چڑھنے لگا تھا۔

"ترس نہ سہی ہمدردی کا نام دے لیں۔" وہ اپنے گمان کو ہی سچا سمجھتی تھی۔

"دیکھو لڑکی! جہاں تک امی کا تعلق ہے تو وہ اپنی ذات کے متعلق تمہاری غلط فہمی خود دور کریں گی لیکن میں تم سے یہ رشتہ نہ تو ترس کھا کر جوڑ رہا ہوں نہ اس میں ہمدردی کا عمل دخل ہے۔ ترس بہت چھوٹا لفظ ہے اور ہمدردی بہت بڑا۔ رشتہ جوڑنے کی وجہ ایک تیسرا لفظ ہے جو نہ تو ترس کی طرح سہ حرفی لفظ ہے نہ ہمدردی کے چھ حرفوں تک بڑا لفظ بلکہ۔"

"کیا بے پر کی ہانک رہے ہیں آپ؟" حمدان کی باتیں سن کر اس کا دماغ چکرانے لگا تھا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

"وہ لفظ صرف چار حرفوں پر مشتمل ہے۔ بوجھ سکتی ہو۔" حمدان نے مسکرا کر کسوٹی کو آگے بڑھایا۔

"میرا دماغ مت کھائیں۔ میں فون بند کر رہی ہوں۔" وہ بیزار ہو کر بولی۔

"م سے شروع ہوتا ہے اور ت پر ختم ہوتا ہے۔" حمدان نے اس کی بات سنی ہی نہ تھی۔

"اب تو بوجھ لو لڑکی کیا درمیان کا ح اور ب بھی مجھے ہی بتانا پڑے گا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا اور لڑکی نے کھٹاک سے فون ہی بند کر دیا تھا۔

☆☆☆

"پہلے میں صرف اپنی نظروں میں شرمندہ تھی میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ تم بھی میرے بدصورت روپ سے واقف ہو۔ میں نے تمہارے لیے بہت غلط الفاظ بولے۔ رب نے فوراً ہی مجھے آئینہ بھی دکھا دیا۔ میں نے رو، رو کر اپنے اللہ سے معافی طلب کر لی۔ دل بھی پرسکون ہو گیا لیکن جب سے حمدان نے بتایا ہے بیٹا کہ تم میرے کہے لفظوں سے ہرٹ ہو کر گھر چھوڑ گئی تھیں تو میں خود سے نگاہیں ملانے کے قابل بھی نہیں رہی۔ حمدان سے شادی کرنا، نہ کرنا تمہارا اپنا فیصلہ ہے لیکن ہو سکے تو تم مجھے معاف کر دو۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ نائلہ آنٹی۔" تابین نے بے تحاشا شرمندہ ہوتے ہوئے ان کی بات کاٹی۔

"آپ بہت اچھی ہیں۔ میں ہی کم ظرف ہوں جو چند لفظوں کو دل پر لگا لیا۔ آپ نے اور ابرار انکل نے اس وقت میرے سر پر ہاتھ رکھا جب میں بھری دنیا میں بالکل بے سائبان تھی۔ میں نے آپ کے کندھے سے سر لگا کر کب سے رکے ہوئے اپنے سارے آنسو بہائے تھے ورنہ ٹینشن اور ڈیپریشن کے مارے میرا ذہنی توازن الٹ جاتا۔ آپ نے میری ہر ممکن دل جوئی کی میں آپ کا، ابرار انکل کا اور حمدان تینوں کا احسان مرتے دم تک نہیں اتار سکتی۔ خدا کے لیے مجھے شرمندہ مت کریں۔ معافی تو مجھے آپ سے مانگنی چاہیے۔ نہ میں حمدان سے وہ بات کہتی نہ آپ ہرٹ ہوتیں۔" تابین شرمندہ ہو رہی تھی۔

"اگر تم جیسی اجلے دل والی پیاری سی لڑکی میرے حمدان کی زندگی کا حصہ بننے سے انکاری ہے تو میرے بیٹے سے بڑھ کر کوئی بدقسمت نہیں ہوگا۔ حمدان کی خوش قسمتی یا بدقسمتی کا فیصلہ تمہاری ہاں، نہ پر ہے۔ بتاؤ کیا کہتی ہو۔" انہوں نے پیار سے تابین کی ٹھوڑی چھو کر پوچھا۔

"ابرار انکل اور آپ ہی میرے سرپرست ہیں۔ فیصلہ آپ ہی کیجیے۔"

اب مزید انکار کفران نعمت تھا وہ سر جھکا کر مسکراتے ہوئے بولی۔ نائلہ نے اسے بے ساختہ اپنے ساتھ لپٹ لیا تھا۔

☆☆☆

"ایک وقت وہ تھا حمدان جب میں خدا سے یہ دعا کرنے لگی تھی کہ مجھے حرام موت سے بچا لے۔ مجھے اپنے دادی، دادا بابا کی طرح حادثاتی موت سے ہی ہمکنار کر دے۔ تابش ماموں کے انتقال کے بعد میں نے بہت کڑا وقت گزارا۔ کامران جب سے ہی میرے پیچھے پڑا ہوا تھا لیکن جب نانی میری ڈھال تھیں نانی کے انتقال کے بعد میں جن حالات سے گزری وہ اب بھی مجھے ڈراؤنے خوابوں کی صورت بہت ستاتے ہیں۔ وہ وقت کسی طور میری یادداشت سے محو نہیں ہوتا۔"

تابین حمدان سے مخاطب تھی۔ ان کی شادی کو دو ماہ ہونے کو آئے تھے اور حمدان بہترین شوہر کے ساتھ ساتھ بہترین دوست بھی ثابت ہوا تھا۔ وہ بلا جھجک اس سے اپنی ہر بات ہر احساس شیئر کر لیتی تھی۔

کل ہی اس نے اپنی پرانی سم جو کامران کے خوف کی وجہ سے نکالی ہوئی تھی دوبارہ فون میں لگائی تو عابدہ ممانی کے بے شمار پیغام موصول ہوئے وہ اس سے بات کرنا چاہتی تھیں۔ حمدان کے مشورے سے اس نے انہیں کال ملا لی تھی۔ عابدہ ممانی نے روتے ہوئے بتایا تھا کہ کامران کو ڈکیتی اور قتل کے جھوٹے

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

الزام میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس کے بدقماش دوستوں نے ہی اپنی جان بچانے کی خاطر اسے جھوٹے الزام میں پھنسایا۔" عابدہ ممانی اس سے معافی کی طلب گار تھیں۔ وہ ایک پریشان حال ماں کو مزید کیا پریشان یا پشیمان کرتی۔ اس نے کہہ دیا کہ وہ دل سے کامران کو معاف کر چکی ہے لیکن دل کا حال وہ اپنے رفیق حیات سے ہی شیئر کر رہی تھی۔

"میں نے زبانی کلامی تو کامران کو معاف کر دیا ہے۔ اس کی بریت کے لیے اللہ سے دعا بھی کر لوں گی لیکن میں جانتی ہوں وہ دعا کھوکھلے الفاظ پر مشتمل ہوگی شاید میں دل سے کبھی بھی کامران کو معاف نہ کر پاؤں۔ اللہ سے یہ ہی دعا ہے کہ وہ میرے ظرف کو اتنا بڑا کر دے کہ میں اپنے ساتھ ہونے والی ہر زیادتی کو فراموش کر سکوں۔" وہ تھکے تھکے لہجے میں بول رہی تھی۔

"اپنے خوفناک ماضی کو اب بھلا دو یار، اللہ کا شکر کرو اس نے تمہیں اتنا اچھا جیون ساتھی دیا۔ تم ایک خوب صورت زندگی کی شروعات کر چکی ہو۔ اب ماضی پر مٹی ڈال کر ذرا فیوچر پلاننگ کی بات کر لیتے ہیں۔" حمدان نے اسے ماضی کی یادوں سے باہر نکالنے کے لیے ہلکا پھلکا انداز اختیار کیا۔ ورنہ اتنے دنوں سے وہ اس کی ہر بات بہت توجہ سے سن رہا تھا۔ مقصد یہ ہی تھا کہ خوفناک ماضی جو کسی پھانس کی طرح اس کے سینے میں گڑا ہے وہ اس پھانس کو نکال کر اس پر اپنی محبت کا مرہم رکھ دے۔ تابین اس کی بات سن کر مسکرائی۔

"مثلاً کون سی فیوچر پلاننگ ڈسکس کرنا چاہ رہے ہیں آپ۔" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"دیکھو بیوی! بات دراصل یہ ہے کہ میں اکلوتا، میرا باپ اکلوتا لیکن میرے ماں باپ کو ہمارے بچے درجن بھر چاہیے۔" بھرپور سنجیدگی کے ساتھ اس نے تابین کو باور کروایا۔

"درجن بھر بچے۔" تابین کی آنکھیں پھٹی کی ٹی رہ گئیں۔

"اچھا آدھا درجن کر لو۔ ویسے دینے والی تو رب کی ذات ہے لیکن ہم اپنی خواہش اور فرمائش تو اس کے سامنے رکھ سکتے ہیں نا۔"

"تو پھر ڈن ہوا آدھا درجن، منظور ہے نا تمہیں؟" وہ پوچھ رہا تھا تابین بنا جواب دیے اسے گھورنے لگی تھی۔

اوکے، اوکے آدھا درجن مائنس ٹو یعنی چار بچے۔ اب میں تمہاری کسی گھوری کو خاطر میں نہیں لاؤں گا۔"

"لیکن حمدان بچے تو دو ہی اچھے ہوتے ہیں۔" تابین ذرا منمنا کر بولی۔ ہاں تو ٹھیک ہے نا دو تو خود بخود اچھے ہوں گے باقی دو کو ہم مار پیٹ کر، سمجھا بجھا کر کچھ پیار محبت سے سدھار لیں گے۔" وہ ترنت بولا تھا۔

"باتوں میں بھلا کون آپ سے جیت سکا ہے۔" تابین کو ہنسی آگئی تھی۔

"اگر تمہیں پتا لگ جائے نا کہ یوں ہنستے ہوئے تم کیسے میرے دل میں کھب جاتی ہو تو ہر وقت ٹوتھ پیسٹ کا اشتہار بنی رہو۔" حمدان کے کہنے پر وہ دوبارہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

"میں واقعی بہت خوش قسمت ہوں تابین! جو مجھے تم جیسی بیوی کا ساتھ ملا۔" وہ اسے محبت پاش نگاہوں سے تک رہا تھا۔

'اتنا لمبا چوڑا اظہار محبت کرنے کے بجائے آپ سیدھا سیدھا وہ مشہور زمانہ تین لفظی جملہ کیوں نہیں بول دیتے۔" تابین پر بھی اس کی صحبت کا اثر ہونے لگا تھا سو اسے مسکرا کر چھیڑا۔

"کون سا تین حرفی جملہ، حمدان نے نہ سمجھنے کی ایکٹنگ کی۔

"وہ جو آئی سے شروع ہوتا ہے۔" تابین شریر ہوئی۔

"میں واقعی نہیں سمجھا۔" حمدان نے تجاہل برتا۔

"جو آئی سے شروع ہو کر یو پر ختم ہوتا ہے۔" تابین اس کی ایکٹنگ نہ بھانپ پائی تھی۔ حمدان نے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

سمجھنے والا تاثر دیا۔

"آئی لو یو، حمدان۔" تابین نے جیسے اس کی عقل ٹھکانے لگانے کو ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے اسے باور کروایا تھا۔

"لو یو ٹو جانو۔" حمدان نے مسکراہٹ دباتے ہوئے زبردستی کا اظہار محبت وصول کیا تھا۔ تابین اس کے بچھائے جال میں پھنسنے کے بعد اسے گھورنے کے سوا کچھ نہ کر پائی تھی۔

"اتنی منتوں ترلوں کے بعد سہی پر اپنی زوجہ محترمہ کے لبوں سے محبت کا اقرار تو سننے کو ملا۔" وہ اب اسے ہنستے ہوئے چھیڑ رہا تھا۔

"محبت تو میں واقعی آپ سے کرنے لگی ہوں۔ بے تحاشا، بے حساب۔" تابین نے اقرار کرنے میں کوئی عار نہ سمجھا۔

"لیکن میں تو اب تم سے محبت نہیں کرتا۔" حمدان مسکرا کر بولا۔ تابین نے خفگی کا معمولی سا اظہار بھی نہ کیا۔ جانتی تھی حمدان کے لبوں سے اب مزید کوئی اوٹ پٹانگ بات ہی برآمد ہوگی سو مسکراتے لبوں سے اس کے اگلے فقرے کا انتظار کرنے لگی۔

"مجھے تو تم سے وہ ہوگیا ہے جو ع سے شروع ہوتا ہے اور ق پر ختم ہوتا ہے۔" حمدان نے گہری سانس کھینچتے ہوئے اعتراف کے انداز میں کہا تھا۔

"ع اور ق کے بیچ کا حرف نہیں بوجھو گی۔" وہ مسکراہٹ دبائے پوچھ رہا تھا۔

"آپ باتوں میں لگا کر میرا کتنا وقت ضائع کرتے ہیں۔ اپنا ع، ش اور ق اپنے پاس سنبھال کر رکھیں مجھے امی کے ساتھ پڑوس والی مسز اکرم کی خیریت دریافت کرنے جانا ہے۔ ان بے چاری کی طبیعت خاصی خراب ہے۔" تابین اس کے پاس سے اٹھ گئی تھی۔

"اپنے مریض عشق کو چھوڑ کر پڑوسیوں کی عیادت کرنے نکل کھڑی ہو یہ کوئی انصاف ہے اور امی، ابو نے تم پر اچھا قبضہ جمالیا ہے۔ کبھی امی تمہیں لے کر پڑوس کے ٹور پر نکل جاتی ہیں۔ کبھی تم ابو کی فرمائشیں پوری کرنے یا ورچی خانے میں گھسی رہتی ہو۔ میاں بے چارا کسی گنتی شمار میں ہی نہیں۔"

حمدان خفا ہو رہا تھا۔ تابین اس نام نہاد خفگی کی حقیقت سے واقف تھی سو مسکراتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی ورنہ وہ باتوں میں لگا کر اسے اپنے پاس سے اٹھنے ہی نہ دیتا تھا۔

صبح آٹھ سے دوپہر دو بجے تک وہ فرح آنٹی کے ادارے کو ٹائم دیتی تھی۔ نائلہ اور ابرار نے اسے جاب جاری رکھنے کی خوشی خوشی اجازت دے دی تھی۔ حمدان کی خواہش پر وہ انہیں امی، ابو کہتی تھی اور وہ بھی ماں، باپ کی طرح اس کے لاڈ اٹھاتے تھے۔ وہ خود ہر پل، ہر گھڑی ان کی خدمت پر مستعد رہتی تھی۔ حمدان ساس سسر اور بہو کے مثالی تعلقات میں رخنہ ڈالنے کی کوششوں میں ناکامی کے بعد سب کے سامنے اعتراف شکست کر چکا تھا۔

"آپ ساس، سسر اور بہو نے محبت کی جو تکون قائم کر لی ہے۔ مجھے اس میں شامل کرنے کے لیے اس تکون کو کھینچ تان کر چوکور بنالیں پلیز۔" وہ مسکین صورت بنا کر درخواست کرتا۔ ابرار قہقہہ لگا کر حمدان کی طرف کوئی مزید شرارتی فقرہ اچھالتے۔ حمدان برجستگی میں باپ کو بھی مات دیتا۔ تابین مسکراتی، شرمائی رہ جاتی اور نائلہ اپنے پیاروں کو مسکراتا دیکھ کر خود بھی مسکرا کر جی ہی جی میں رب کا شکر بجا لاتیں۔ اللہ نے انہیں درست وقت پر درست فیصلے کی توفیق دی تھی۔ رب کی اس عنایت پر ان کا رواں رواں اپنے رب کا شکر گزار تھا۔

☆